ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

۲۵ شوال ۱۳۹۰ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ، وَحَجِّ الْبَیْتِ، وَ صَوْمِ رَمَضَانَ " (رواہ احمد والشیخان والترمذی-

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ایک اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کو قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کیا۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: " سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: " اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ " قِیْلَ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ " قِیْلَ ثُمَّ: مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ " (متفق علیہ)

" اَلْمَبْرُوْرُ " ہُوَ الَّذِیْ لَا یَرْتَکِبُ صَاحِبُہٗ فِیْہِ مَعْصِیَۃً-

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا، پھر کونسا؟ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا کہ اس کے بعد پھر کون سا عمل ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حج مبرور ہے۔

حج مبرور وہ ہے کہ جس میں اس کے کرنے والے سے کوئی معصیت وغیرہ صادر نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: " سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ " مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج کرے پھر اس میں نہ تو بے ہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے۔ وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر واپس ہوگا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَہُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃَ - (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا (اور اس کا بدلہ) جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرَی الْجِہَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاہِدُ؟ فَقَالَ: " لٰکِنَّ اَفْضَلَ الْجِہَادِ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ- (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم جہاد کو تمام اعمال سے افضل پاتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے لئے بہترین جہاد حج مبرور ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن خدا تعالےٰ بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " عُمْرَۃٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً اَوْ حَجَّۃً مَّعِیَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا یہ فرمایا کہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ؟ قَالَ: نَعَمْ- (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حق تعالےٰ کا اپنے بندوں پر فریضہ حج ہے اور میرے باپ پر بڑھاپے کی حالت میں لازم ہوا ہے اور وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔

◎

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؓ کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

◎

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۵ شوال ۱۳۹۰ھ
۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۳۰

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے نئے طریق کار کی ضرورت

اسلام اور علماء اسلام سے بدظن کرنے کی مہم دشمنانِ اسلام کی مکروہ چال ہے!

پاکستان کے عوام ۲۳ سال سے جمہوریت کی بحالی اور عام انتخابات کا بڑی شدّت کے ساتھ مطالبہ کر رہے تھے لیکن مختلف ادوار کے ارباب اقتدار عوام کے اس بنیادی مطالبہ کو حیلے بہانے کے ساتھ ٹالتے رہے۔ تا آنکہ صدر مملکت آغا محمد یحییٰ نے برسر اقتدار آنے کے بعد قوم سے کیا گیا وعدہ پورا کر دکھایا۔ جس کی رُو سے دستور ساز اسمبلی کا انتخاب عمل میں آنے کے علاوہ صوبائی انتخابات کا مرحلہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ پہلے عام انتخابات کے نتیجہ میں جہاں بڑے بڑے جغادری قسم کے سیاستدان مطلعِ سیاست سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گئے ہیں۔ وہاں بہت سے نئے چہرے بھی نمودار ہوئے ہیں جن کے باعث عجیب و غریب سماں پیدا ہو گیا ہے۔ انتخابات کے بعد ملک کی معیشت اور معاشرت کا کیا نقشہ ہوگا اس پر تبصرہ ہم کسی دوسری اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں۔

آج ہمارا مقصود ملک کی صرف اس صورتِ حال کا تذکرہ ہے جس کی رُو سے انتخابات کے فوراً بعد اسلام، اہل اسلام اور اس کے داعیوں کے خلاف نفرت و حقارت کی ایک وسیع مہم شروع ہو گئی ہے یہ صورت حال ایک اسلامی مملکت اور اس کے باشندوں کے لئے گہری تشویش کا باعث ہے۔ کیونکہ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا اور اسلام و اہل اسلام کی ذلت و رسوائی کی مہم بدستور جاری رہی تو پھر اسلامی مملکت کا وجود بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

جو چیز ہندوستان سے علیحدہ پاکستان کا وجود تسلیم کراتی ہے اور ہندوؤں یا غیر مسلموں سے مسلمانوں کو جدا رکھتی ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام، اہل اسلام اور اس کے داعی اگر محض سیاسی اختلاف کی بنا پر ذلیل و رسوا کر دیئے گئے تو اسلام کی رسّی کے ساتھ وابستگی کو کس طرح قائم رکھا جا سکے گا۔

قارئین گواہ ہیں کہ ملک میں جب فتوئے کے ذریعہ ایک جماعت کو کافر قرار دینے کی مہم شروع ہوئی تھی اور ملک کے اقتصادی مسئلہ کو اسلام اور کفر کی جنگ قرار دینے کی کوشش کی گئی تھی تو ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ امارت اور غربت کی کش مکش یا ایک سیدھی اقتصادی تحریک کو حقوق کی جنگ کہہ لیجئے اس کا اسلام اور کفر سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام سرمایہ داروں کا تحفظ نہیں کرتا اسلام ہمیشہ غریبوں کا حامی اور ان کا مونس و مددگار رہا ہے اس بات پر ہمیں بھی "اشتراکی علماء" کے خطاب سے نوازا گیا۔

آج جب اسلام کی ہار، علماء کی شکست کے تذکرے ہوتے ہیں اور اور اسلام اور اس کے داعیوں پر آوازے کسے جاتے ہیں تو ہم پھر عرض کئے دیتے ہیں کہ اسلام کو شکست نہیں ہوئی اور نہ اسلام کے ان داعیوں یا علمبرداروں کو شکست ہوئی ہے جن کا موقف کفر و اسلام کی جنگ کے خلاف اور انسانی حقوق کے تحفظ کے ساتھ تھا۔ وہ علماء کرام جو کچھ کہتے تھے اگر ان کی بات مان لی جاتی تو نتائج یقیناً مختلف ہوتے۔

آج جب وسیع پیمانہ پر اسلام کی شکست کی مہم چلائی جاتی ہے تو اس کے نتائج سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیے۔ حالات بڑے ہی بھیانک اور خطرناک دکھائی دیتے ہیں۔ اب تو پورے پاکستان کے مسلمانوں کو وحدت و یگانگت کا سبق دینا چاہیے۔ اور مشرقی و مغربی پاکستان کے

درمیان وحدت قائم رکھنے کی امکانی صورتوں پر توجہ دینی چاہیے تاکہ پاکستان ایک رہے اور "پانچ پاکستان" ہونے سے دامن بچا کر استحکام پذیر ہو ——!

اس وقت اسلام اور علماء کے خلاف جو مہم چلائی جا رہی ہے وہ دشمنانِ اسلام کی مکروہ چال ہے اہلِ اسلام کو ان سے خبردار رہنا چاہیئے اور جدید تقاضوں کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ٹھوس کام کرنا چاہیئے۔

وعلیکم السلام بھاشانی صاحب!

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ اور جلاؤ گھیراؤ تحریک کے علمبردار جناب بھاشانی صاحب نے انتخابات کے فوراً بعد شیخ مجیب الرحمٰن پر زور دیا ہے کہ اب مشرقی پاکستان کی مکمل علیحدگی پر عمل کرائیں اور مغربی پاکستان کی نیشنل عوامی پارٹی کو توڑنے کا اعلان کرتے ہوئے انہوں نے "مغربی پاکستان کو السلام علیکم" کہا ہے۔

ہم ایک سٹھیائے ہوئے بزرگ سیاست دان کی باتوں کو اوّل تو کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں۔ ان کی باتوں سے پورے مشرقی پاکستان کے عوام مراد نہیں لئے جا سکتے اور نہ ہی ان کی صدا بصحرا کو ہم وہاں کے عوام کی آواز قرار دے سکتے ہیں۔ یہ صرف بھاشانی صاحب کی اپنی پکار ہے انہوں نے مغربی پاکستان کی سیاست سے چھٹکارا پانے کے لئے السلام علیکم کہا ہے۔ ہم مغربی پاکستان کے عوام کی طرف سے انہیں وعلیکم السلام کہتے ہیں اور مشرقی پاکستان کے عوام اور وہاں کی نئی قیادت کو یقین دلاتے ہیں کہ دونوں صوبوں کو متحد رکھنے اور استحکام پاکستان کے لئے ہرممکن قربانی کے لئے ہماری خدمات حاضر ہیں۔

بقیہ: حافظ صاحبؒ کا سفرِ آخرت

درسِ قرآن بھی باقاعدہ دیا گیا اور ناغہ نہ ہوا۔

مسجد کے پاس سے جب جنازہ گذرا تو مسجد کے دروازے بھی اپنے متولّی اور محسن کو رخصت کرتے ہوئے زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ اے نیک روح! ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا، جا اپنی آخری آرامگاہ میں دلہن کی طرح جا کر سو جا۔

شیرانوالہ گیٹ سے باہر نکل کر تیس تیس گز لمبے دو بانس چارپائی سے باندھے گئے تاکہ سب لوگ اس جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کریں اور پھر جنازہ سرکلر روڈ پر جانبِ مشرق چلا۔ فاروق گنج کا ایک خوش بخت جنازہ بھی اس جنازے کے پیچھے پیچھے چلا اور یہ دونو جنازے چلتے گئے۔ پیچھے والے جنازے کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ خوش نصیب بھی اسی روز البرٹ وکٹر ہسپتال میں داخل ہوا جب حضرت حافظ صاحبؒ داخل ہوئے تھے اور اس کا اخراج بھی اسی روز ہوا، جب حافظ صاحبؒ کی میت گھر آئی۔ لواحقین نے خواہش ظاہر کی کہ ہمارے جنازے کی یہ خوش نصیبی ہوگی کہ حافظ صاحبؒ کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چلے، لہٰذا انھوں نے بھی ۲ بجے اپنا جنازہ اٹھایا۔

جنازے کا یہ منظر لاہور شہر کے مصروف ترین بازار والوں نے دیکھا تو اکثر لوگوں نے شرکاءِ جنازہ سے معلوم کیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ ولی بے نظیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ حافظ حمیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ہے۔ لاہور کے بازاروں اور سڑکوں پہ ٹریفک بند ہو گئی۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ اپنے ہزارہا عقیدتمندوں کے جلو میں اپنے حقیقی بھائی کے جنازے کے ساتھ پُرنم آنکھوں سے پیدل چل رہے تھے اور ایک قیامت ٹوٹ چکی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے اتباع میں حافظ حمیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ بھی سرکلر روڈ سے دہلی دروازہ، اکبری دروازہ، شاہ عالمی دروازہ اور انارکلی سے ہوتا ہوا نمازِ عصر کے قریب یونیورسٹی گراؤنڈ پہنچا۔ علماء، صلحاء اور ارادتمندوں کا ایک بہت بڑا ہجوم وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ نے پہلے نمازِ عصر کی امامت فرمائی۔ پھر دونوں جنازوں کی نماز بھی حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ نے پڑھائی۔ ہزارہا نیک لوگوں نے ۱۱ صفیں بنا کر نماز میں شرکت فرمائی۔ تھوڑی دیر کے لئے حافظ صاحبؒ کا چہرہ کھولا گیا تو راقم الحروف نے بھی زیارت کی۔ — حافظ صاحبؒ قبلہ کی طرف منہ کرکے آرام سے سو رہے تھے اور چہرہ پہ بدستور نور کی شعاعیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جنازہ میانی صاحب چل پڑا اور عین اسی طرح یہ جنازہ بھی میانی صاحب کے قبرستان میں حضرتؒ کے پہلو میں لحد میں اتر گیا جس طرح آج سے نو سال قبل حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ۱۸ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو آغوشِ لحد میں اُترا تھا۔

اللہ تعالےٰ حضرت مولانا حافظ حمیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہمارے حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم اور حافظ صاحبؒ کے تینوں ننھے ننھے صاحبزادوں، دونوں صاحبزادیوں، سوگوار بیوہ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اطلاع

قارئینِ خدام الدین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ۴ر دسمبر اور ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۰ء کے شمارے شائع نہیں ہوئے لہٰذا طلب نہ کریں
(مینیجر)

مولانا حافظ حمید اللہ صاحبؒ کا سفرِ آخرت

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

محمد عثمان غنی بی اے ــــ واہ کینٹ

موت برحق ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (القصص ۸۸) "اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے"۔ـــ لیکن حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب جو ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۸ر نومبر ۱۹۷۰ء ۸ بجے شام سے پہلے "مدظلہ العالی" کے الفاظ سے یاد کئے جاتے تھے اور دس منٹ بعد "رحمۃ اللہ علیہ" کے الفاظ کا اضافہ ان کے نام کے بعد ہو گیا۔ ان کی ۴۳ برس کی عمر میں رحلت ہم ضعیف الایمان انسانوں کے لئے ایک صدمۂ جانکاہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ تو اپنی منزل پر پہنچ گئے اور قطب الاقطاب مرشدنا و سیدنا حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت اماں جی رحمۃ اللہ علیہا کی پاک ارواح نے آپؒ کا پُرجوش خیر مقدم کیا ہوگا لیکن حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم، ننھے بچوں اور لاکھوں ارادت مندوں کی آنکھوں میں جو آنسو ہیں وہ شاید جلدی نہ تھم سکیں گے۔

حافظ صاحبؒ سے راقم الحروف کی جب بھی ملاقات ہوتی تو آپؒ نہایت ہی شفقتانہ انداز میں پیش آتے۔ خیریت دریافت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ حرم پاک میں ملاقات ہوئی تو بے حد خوش ہوتے۔ اکثر آپؒ کے درس میں بھی بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ معلومات سے پُر درس اور پھر عجیب انداز سے قرآنی تشریحات فرمایا کرتے تھے۔ عام طور پر خاموش طبع ہی تھے لیکن درس کے دوران بعض اوقات تبسم فرماتے ہوئے بھی دیکھے گئے۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کی عدم موجودگی میں خطبہ جمعہ اور مجلس ذکر بھی آپؒ ہی کراتے گویا اس لحاظ سے بھی حضرت مولانا عبیداللہ انور کے ایک بہترین معاون بچھڑ گئے۔

شیرانوالہ کی جامع مسجد میں امام الصلوٰۃ کے مصلّے کے بالکل پیچھے سیاہ زلفوں اور سیاہ دراز ریشِ مبارک والی پُر جلال شخصیت دو زانو بیٹھ کر خاموشی سے ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہنے والی ہستی حافظ حمید اللہ صاحبؒ ہی ہوتے تھے۔ صف کے سامنے آپؒ کا عصا ہوتا تھا اور پابندیٔ جماعت کا اہتمام حد درجہ تھا۔ خد و خال حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ العالی سے ملتے جلتے تھے۔ سر پہ عام ٹوپی ہوتی، لباس کھدّر کا ہوتا۔ چہرہ پر انوارِ ذکر اللہ بکھرے ہوئے ہوتے۔ چشمہ پہنتے تھے اور مصافحہ کرنے والوں سے مصافحہ کرتے۔ ایک دفعہ مَیں درس میں شریک تھا تو سامعین میں سے کسی نے سامنے پڑے ہوئے نسخۂ کلامِ پاک پر اپنی ٹوپی رکھ دی۔ حافظ صاحبؒ نے بیان کا سلسلہ چھوڑ کر ان کو تنبیہہ فرمائی کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اس کا ادب لازم ہے۔ قرآن پر قرآن تو رکھا جا سکتا ہے لیکن کوئی اور چیز نہیں رکھی جا سکتی۔

اسی طرح ایک مرتبہ مَیں درسِ قرآن میں شریک تھا تو تالاب کے پاس کوئی دو آدمی الگ بیٹھ کر بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے حافظ صاحبؒ نے درس چھوڑ کر فرمایا کہ ان لوگوں کو کہو کہ درس نہیں سننا تو خاموش رہیں ورنہ مسجد سے باہر جا کر باتیں کریں، یہ خانۂ خدا ہے۔

عصر کی نماز میں اکثر آپؒ مسجد میں تشریف نہ لاتے۔ کیونکہ آپؒ کا معمول تھا کہ دوپہر کو قیلولہ فرمانے کے بعد اپنا عصا لے کر پیدل سیر کو تشریف لے جاتے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر فاتحہ خوانی کے بعد مغرب کی نماز شیرانوالہ میں پہنچ کر ادا کرتے۔ عصر کی نماز کہیں راستے میں ادا فرماتے۔

ایک مرتبہ یہ سیہ کار، حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ کی خدمت میں حاضر تھا تو اپنے کمرے سے نہایت شیریں خربوزے لا کر عطا فرمائے۔ مَیں نے کھڑے ہو کر احتراماً سلام عرض کرنا چاہا تو فرمایا بیٹھے رہو۔ آپؒ کے چند شاگردانِ رشید گرمی کے موسم میں عموماً صبح درس کے بعد لسّی لا کر آپؒ کو پلاتے۔ حافظ صاحبؒ نہایت لذیذ کھانے اپنے ہاتھ سے تیار کیا کرتے اور احباب کے علاوہ گھر والوں کو بھی بھجواتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبّہ میں گھر کے تمام افراد کو اکثر و بیشتر زیارتِ حرمین الشریفین کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ والدین ماجدین خدمت کے لئے باری باری دو دو صاحبزدگان کو ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ اس گنہ گار نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حافظ صاحبؒ کو بارہا سفرِ حرمین پر روانہ ہوتے دیکھا۔ لاہور کے احباب کا بیان

MECCA - View of the Holy Masque from Ajyad Square. مکۃ المکرمۃ - منظر المسجد الحرام من میدان اجیاد

ہے کہ حافظ صاحبؒ نے کبھی کسی کو نہیں بتایا کہ وہ حج پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ اندازہ لگانے والے اس بات سے اندازہ لگا لیتے کہ جب آپؒ کو سفرِ حج پر تشریف لے جانا ہوتا تو آپؒ چند روز قبل چھوٹے بچوں کو چکوال میں ان کے ننھیال میں چھوڑنے کے لئے تشریف لے جاتے اور پھر دُھلے ہوئے کپڑے پہن کر خوشبو لگاتے اور منشی گلزار احمد صاحب سے تانگہ لانے کو فرماتے۔ چپکے سے مع اپنی رفیقۂ حیات کے سفرِ حج پر روانہ ہو جاتے۔ کراچی کے مخلص احباب حاجی محمد یوسف صاحب اور حاجی شفیع اللہ صاحب نیز محترم المقام رانا شیر جنگ صاحب سے حضرت حافظ صاحبؒ کو بہت محبت تھی۔ ان بزرگوں کو بھی پتہ نہ چلتا کہ کب حافظ صاحبؒ بمعہ اپنی اہلیہ محترمہ کے کراچی تشریف لاتے اور کب جدہ روانہ ہو گئے تاہم وہ اکثر و بیشتر خدمت کی سعادت حاصل کر ہی لیتے۔ مَیں نے طوافِ کعبہ میں بھی حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ دامت برکاتہم اور حضرت حافظ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ دونو بزرگ اپنی اپنی جگہ خالقِ کائنات کی رضا حاصل کرنے میں سعی فرما رہے ہیں۔ نہ اُن کو اِن کی خبر ہے نہ اِن کو اُن کی۔

مدرسہ قاسم العلوم کی بہت بڑی عمارت میں اب حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کے درویش صفت بھائی حافظ حمید اللہؒ کے دونوں کمرے خالی ہیں۔ مشرقی سمت والے کمرے میں آپؒ استراحت فرمایا کرتے تھے اور آپؒ کے تلامذہ آپؒ کو سامان خورد و نوش لا کر دیتے تھے تو سٹوو (STOVE) پر خوشبودار کھانے پکتے تھے اور مغربی جانب والا جو بڑا کمرہ ہے جہاں پر انجمن خدام الدین کی عظیم و بیش قیمت لائبریری ہے وہاں آپ درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرماتے تھے۔ تلامذہ آپؒ سے علوم سیکھتے تھے اور قرآنی انوار سے سینوں کو منوّر کرتے تھے۔ جب کبھی حضرت حافظ صاحبؒ دفتر انجمن خدام الدین میں تشریف لے جاتے تو خادمِ دفتر سب کو ہدایت کر دیتے کہ حافظ صاحب تشریف لانے والے ہیں وہ فون پر کسی سے بات کریں گے یا اخبار دیکھیں گے لہٰذا آپ یہاں سے کچھ دیر کے لئے تشریف لے جائیں۔

حافظ صاحبؒ کو بیشک ذیابیطس کا مرض تھا لیکن البرٹ وکٹر ہسپتال میں آپؒ روبصحت ہو رہے تھے بلکہ آخری وقت تک آپؒ نے نماز ترک نہیں فرمائی۔ ۱۷ر رمضان المبارک کو نمازِ مغرب آپؒ نے ادا فرمائی اور ۸ بج کر دس منٹ پر آپؒ حرکت قلب بند ہو جانے سے جنت کو سدھار گئے۔ حاجی بشیر احمد صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ملک کے طول و عرض میں خدّام سلسلہ اور وابستگان آستانہ عالیہ قادریہ راشدیہ کو اس سانحۂ ارتحال کی خبر بذریعہ فون کر دی — ورنہ دور دراز سے لوگ کہاں اس ولی اللہ کے جنازے میں پہنچ سکتے تھے۔ شیرانوالہ مسجد میں ۱۸ر رمضان المبارک بروز جمعرات ۱½ بجے نماز ظہر ادا کی گئی اور ۲ بجے مدرسہ قاسم العلوم سے حضرت حافظ صاحبؒ کی میّت اٹھائی گئی۔ دروازے کے قریب ہزاروں لوگ اشکبار کھڑے تھے اور حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کا چشمہ بھی آنسوؤں سے تر تھا۔ محترم المقام قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ ہمارے ہمراہ ہی جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ جب حضرت دامت برکاتہم سے قاضی صاحب مدظلہ بغلگیر ہوئے تو حضرت کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو گرنے لگے اور ہچکی بندھ گئی۔ بعد ازاں حضرت نے اس عاجز کو سینے سے لگایا اور ہچکی بدستور بندھی ہوئی تھی صوفی محمد یونس صاحب بھی راولپنڈی سے ہمارے ہمراہ سوار ہو گئے تھے۔ میرے محترم دوست جناب حاجی خوشی محمد صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی محمد سلیم صاحب بھی ساتھ تھے جن کی عنایت سے اس جنازہ میں سب شریک ہو گئے کیونکہ اُنہی کی کار میں ہم سب لاہور پہنچے۔

جنازہ اٹھا تو شیرانوالہ دروازہ کے در و دیوار رو رہے تھے۔ یہ ولی ابن ولی کا جنازہ تھا اور اولیاء و اتقیاء اس جنازے میں شرکت کے لئے جوق در جوق شامل ہونے کے لئے دُور دُور سے آئے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرح ان کے صاحبزادۂ محترم کا وصال بھی ۱۷ر رمضان المبارک کو نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد ہوا اور تدفین ۱۸ر رمضان المبارک کو نمازِ مغرب سے قبل ہوئی — یہ ہے ولیوں کی اولاد کی سعادت کہ صحیح معنوں میں باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کا عملی ثبوت دنیا ہی میں فراہم ہو گیا۔ یہاں تک کہ ۱۸ر رمضان المبارک کی صبح کہ

(باقی صہ ۲ پر)

امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ

★ حافظ عباد اللہ

۹۷۱ھ کا سال اور شوال کا مہینہ تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس ماہ کی چودہویں شب کو حضرت مجدد صاحبؒ اس دنیا میں تشریف لائے آپ کا اسم مبارک شیخ احمد کنیت ابوالبرکات لقب بدر الدین محبوب سبحانی منصب قیوم زماں مجدد الف ثانی اور عرف امام ربانی ہے۔ آپ کا خاندان علم وفضیلت زہد و تقویٰ پرہیز گاری و بزرگی کی شاندار روایات کا حامل تھا آپ کے والد حضرت محمد مخدوم شیخ عبدالاحد بڑے جیّد عالم تھے حضرت امام رفیع الدین بانی سرہند ساتویں پشت پر آپ کے دادا ہوتے ہیں، جن کا سلسلہ نسب نو واسطوں سے شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابل سے اور بیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم سے ملتا ہے آپ کے والد شیخ عبدالاحد صاحب جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس زمانہ کے نامور عالم تھے جو رہتاس میں شیخ اللہ داد کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے اس طرح جونپور میں حضرت سیدعلی قوام قدس سرہ کی صحبت با برکت سے فوائد حاصل کئے وہ تمام عمر سرہند میں مقیم رہے جہاں آپ جملہ کتب معقول و منقول کا درس دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ طالبین حق کو وہ علوم باطنی سے بھی بہرہ ور کیا کرتے تھے ان کے درس میں عوارف المعارف" اور فصوص الحکم" شامل تھیں حضرت شیخ احمد فاروقیؒ اپنے والد شیخ عبدالاحد سے علوم ظاہری کی تکمیل کر کے سیالکوٹ میں پہنچے وہاں مولانا کمال الدین کشمیریؒ اور خلیفہ شیخ خوارزمی سے معقولات و احادیث کی کتابیں پڑھیں اور بقیہ کتب احادیث کی تعلیم امام المحدثین شیخ عبدالرحمٰن سے پائی اور سندکمال حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ آگرہ بھی تشریف لے گئے۔ جو ان دنوں دارالسلطنت تھا وہاں ابوالفضل اور فیضی سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ مشہور ہے کہ تفسیر بے نقطہ لکھنے میں آپ نے فیضی کی مدد کی جب آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ اکبر آباد سے تشریف لے گئے تو راستہ میں تھانیسر کے مقام پر ایک رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح پڑھا گیا۔ اس مناکحت سے آپ کو کافی مال ملا جب آپ کے والد قریب الوصال ہوئے تو آپ کو بلا کر خرقہ خلافت چشتیہ جو انہیں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے ملا تھا۔ اور خلافتِ قادریہ کا خرقہ جو شاہ کمال کیتھلیؒ سے ملا تھا اور خرقہ خلافت سہروردیہ جو آباؤ اجداد سے چلا آرہا تھا آپ کو عطا فرما کر اپنا جانشین مقرر کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت یعقوب صرفیؒ جو علاقہ کشمیر کے نامور بزرگ تھے سے بھی طریقہ کبرویہ میں استفادہ کیا تھا۔

آپ نے رسالہ مبداء معاد میں اپنی نسبتوں کے متعلق اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ایں فقیر را نسبتِ فردیت از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ و پدر بزرگوار را از عزیزے از شیخ کمال، کہ جذب قوی داشتند و بہ خوارق مشہور بودند بدست آمدہ ایں درویش را توفیق عبادات نافلہ خصوصاً ادائے صلوٰۃ نافلہ از پدر رسیدہ است و پدر بزرگوار را ایں سعادت از شیخ خود شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کہ در سلسلہ چشتیہ بودند حاصل شدہ بود۔"

آپ کو نقشبندیہ نسبت حاصل کرنے کی تمنا تھی حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے آپ مرید ہوئے اور انہوں نے آپ کو طریقہ نقشبندیہ میں داخل کیا۔ یہ واقعہ ۱۰۰۷ھ کے بعد ہوا جب آپ کے والد شیخ عبدالاحد اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے باپ کی وفات کے بعد آپ گھر سے نکلے اور دہلی پہنچ گئے۔ مولانا حسن کشمیری کے ذریعہ آپ کی رسائی حضرت خواجہ باقی باللہ تک ہو گئی جب آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ کا مرید ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا تو حضرت خواجہ نے بتایا کہ آپ کو حضرت بہاؤ الدین نقشبند سے بشارت ہوئی تھی کہ ہندوستان میں ایک مجدد ظاہر ہونے والا ہے جو اس نسبت کا مالک ہو گا۔ جو امیر المومنین حضرت صدیق اکبر سے امانت چلی آتی ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کو خواجہ بہاؤ الدین کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ ہندوستان پہنچ کر یہ امانت اس عزیز کے سپرد کرو۔ تو وہ عازم ہندوستان ہوئے تو سرہند کے مقام پر خواب دیکھا کہ ایک قطب کے جوار میں پہنچا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ کسی شخص کا ظہور ہونے والا ہے۔ نیز میں نے سرہند کے دشت و بیابان میں بے شمار قندیلیں اور مشعلیں روشن دیکھیں اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے۔ جس کی روشنی ہر لحظہ بڑھتی جا رہی ہے اور لوگوں نے اس سے بہت سے چراغ روشن کئے ہیں۔ میں ان واقعات کو تمہارے متعلق سمجھتا ہوں۔"

۱۰۰۹ھ میں یعنی اس واقعہ کے دو سال بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلعت قیومی اور خلعت مجدّدی عطا ہوا۔ الغرض چاروں سلسلوں یعنی چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں بیعت لیتے تھے۔ لیکن آپ کے بعد خلفاء صرف سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ قادریہ میں بیعت لیتے رہے جب دوبارہ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ (اپنے مرشد طریقت) سے ملاقات کر کے واپس لاہور تشریف لائے۔ اور تبلیغی کاموں میں مصروف تھے کہ اطلاع ملی کہ حضرت خواجہؒ کا انتقال ہو گیا ہے، اس خبر کو سنتے ہی آپ دہلی روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ کے پیر بھائیوں نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔

اکبر اور اس کا دین الٰہی

اکبر متحدہ قومیت کا خواب دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دینِ الٰہی جاری کیا تو مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی حضرت مجدّدؒ کو بھی اس کی خبر ملی، آپ نے ارکین سلطنت میں سے "خان خاناں" "خان اعظم اور سید صدر جہاں" کو جو آپ کے مرید تھے بادشاہ کے پاس پیغام دے کر بھیجا تاکہ وہ ان کاموں سے باز رہے اور خود بھی نصیحت آمیز مراسلے لکھے۔ اکبر کو اس کے رفقاء نے اس کے اس مقصد سے ہٹنے نہ دیا۔ لیکن ایک اثر یہ ہوا کہ بیشمار لوگ حضرت مجدّد کے مرید بن گئے۔ اس طرح اکبر کا متحدہ قومیت کا تصور ناکام ہو کر رہ گیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ اور اللہ کے فضل و کرم سے اسلام ہند کے چاروں طرف پھیل گیا۔ اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں اکبر کا دین الٰہی نابود ہو گیا۔

آپکی طلبی جہانگیر کے حضور میں

جہانگیر نے قاصد بھیج کر آپ کو سرہند سے بلوایا۔ جب آپ دربار میں پہنچے تو نہ سلام شاہی ادا کیا اور نہ ہی سجدۂ تعظیمی بجا لائے۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے آپ کو اشارہ سے سمجھایا۔ لیکن آپ نے بآواز بلند فرمایا "یہ پیشانی آج تک غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکی اور نہ ہی آئندہ اس کی امید ہے" اس پر آصف جاہ کو موقع مل گیا۔ اس نے جہانگیر کو کہا کہ یہ شخص

نہایت ہی سرکش اور باغی ہے۔ اس کا آزاد رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ جب کہ اس کے مریدوں کی ایک کثیر جماعت ملک میں موجود ہے چنانچہ جہانگیر کے حکم سے آپ کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا بعض لوگوں نے جہانگیر سے یہ بھی شکایت کی تھی کہ سرہند کا ایک شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ جب جہانگیر نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس بات سے انکار کیا۔ لیکن جہانگیر کے حکم سے آپ کو محبوس کر دیا گیا ابھی آپ کو قید و بند میں پڑے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے کہ جہانگیر کو اطلاع ملی کہ آپ کے مریدوں کی ایک کثیر جماعت شورش اور فساد پر آمادہ ہے۔ جہانگیر نے نہ صرف انہیں رہا کر دیا بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ چنانچہ وہ اپنی تزک میں پندرھویں سال جلوس کے ضمن میں لکھتا ہے۔

"دریں ایام شیخ احمد سرہندی کہ بجہت دکان آرائی و خود فروشی و بے صرفہ گوئی روزے چند در زندان ادب محبوس بود۔ حضور را طلب داشتہ خلاص ساختم۔ خلعت و ہزار روپیہ عنایت نمودہ در رفتن و بودن مختار گردانیدم او از روئے انصاف معروض داشت کہ ایں تنبیہ و تادیب در حقیقت ہدایتے و کفایتے بود"

اس سلسلہ میں حضرت مجدد رح کا مکتوب جو انہوں نے میر محمد نعمان کو لکھا نہایت ہی اہم ہے اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مجدد رح کو قید و بند میں جو روحانی ارتقا ہوا وہ پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ مکتوبات کے دفتر سوم میں انہوں نے واقعہ قید اور اس کے بعد کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ شہزادہ خرم جو بعد میں شہاب الدین شاہ شاہجہان کے لقب سے سریر آرائے سلطنت ہوا۔ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ اس لئے نظر بندی کے دوران میں آپ کی رہائی کے لئے بے حد کوشش کی تھی۔ ۱۰۲۹ھ میں حضرت مجدد رح عساکر سلطانی کے ساتھ پنجاب۔ سرہند۔ دہلی اور اجمیر میں تشریف لے گئے اور سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کے آستانہ عالیہ پر مراقبہ کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کی روحانیت اور کرامت کا نتیجہ تھا۔ کہ اجمیر جیسے کفر گڑھ میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

حضرت مجددؒ کی دینی خدمات

حضرت مجدد رح نے مسلمانوں کو اتباع سنت اور پیروی شریعت کی تلقین کی اور یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ سنت محمدی اور اتباع شریعت محمدیہ کے بغیر سلوک کی کوئی منزل طے نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی انسان جادہ شریعت سے ہٹ کر نجات حاصل کر سکتا ہے چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے روز شریعت کے بارے میں پوچھا جائے گا طریقت کے متعلق کوئی سوال نہ ہو گا۔ اس طرح آپ نے ہندی تصوف اور اسلامی تصوف کے درمیان حد فاصل کھینچ دی۔ ان کے سلسلہ نقشبندیہ میں شریعت کی پابندی نہایت ضروری سمجھی گئی ہے۔ آپ نے ہندوستان میں تبلیغ و اشاعت کے لئے فضا ہموار کی تیمور کی حملے ۱۳۹۸ء کے بعد ہندوستان میں تبلیغی نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے دوبارہ زندہ کر کے کشمیر سے لے کر دکن تک ایک تبلیغی نظام پیدا کر کے مسلمانوں میں مذہبی بیداری کی ایک تازہ روح پھونک دی۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

آپ نے ایک مکتوب جو بنام شیخ فرید تحریر فرمایا۔ اس میں بتایا کہ بعض مشائخ کے اقوال بظاہر شریعت حقہ کے خلاف نظر آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض لوگ انہیں توحید وجودی پر محمول کرتے ہیں جیسے منصور حلاج کا انا الحق کہنا اور بایزید بسطامی کا سبحانی ما اعظم شانی کہنا اصل بات یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کا ماسوائے ان کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تو غلبۂ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان کی زبان سے نکل پڑے جس سے انہوں نے حق کے سوا غیر کی نفی کی۔ دفتر سوم (مکتوبات) میں آپ نے لکھا ہے کہ کائنات کا وجود محض وہمی ہے اثبات حق کو ہے۔ یہی ان کا وحدت الوجود ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ کائنات تجلی اسماء و صفات ہے۔ لیکن شیخ مجددؒ فرماتے ہیں کہ کائنات ظل اسماء و صفات ہے۔ وحدت الوجود کے اصول و مبادی میں دونوں متفق اللسان ہیں کہ (الف) خارج میں صرف حق موجود ہے یعنی لا موجود الا اللّٰہ (ب) وجود صرف ذات حق میں منحصر ہے (ج) حق تعالے واجب الوجود ہے اور کائنات ممکن الوجود وغیرہ (د) کائنات کا وجود وہمی ہے لیکن حق تعالے کا وجود حقیقی۔ اس حقیقت کو خواجہ باقی باللّٰہ نے (رقعات باقیہ قلمی) میں یوں واضح فرمایا ہے۔ "در ہمہ ذرات عالم آئینہ صفات احدیت کجا علمے است علم او ست و ہر کجا قدرتے است قدرت او ست۔ ہمہ صفات او یند کہ از پردۂ مخلوقات ظہور کردہ اند بل ہمہ او ست۔ مخلوقات نمودے اند بے بود چنانچہ در آئینہ ہے نمائیند۔ لیکن آئینہ بچناں پاک و صاف است از صورت نہ در روئے آئینہ است نہ در درون او"

اس میں شک نہیں کہ شروع میں حضرت مجدد رح کا نظریۂ توحید وجودی کچھ مختلف تھا۔ جس کے متعلق آپ کے مرشد حضرت باقی باللّٰہ رح نے منع فرمایا تھا جب آپ نے اس عقیدہ کا اظہار مندرجہ ذیل رباعی میں کیا تو خواجہ باقی باللّٰہ رح نے آپ کو روک دیا تھا۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است
ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایمان ہر دو زلف و روئے آں زیبائی است
کفر و ایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

(وفات) اجمیر سے مراجعت فرما ہونے کے بعد آپ سرہند پہنچ گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب آپ کا وصال قریب تھا تو جمعہ کے روز آپ نے دینی امور کے متعلق بے حد نصیحتیں کیں۔ شب وصال ہندی کا ایک مصرعہ پڑھتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ آج روز وصال ہے۔ اس خوشی میں تمام جہاں قربان کرتا ہوں نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد نماز فجر با جماعت ادا کی پھر مراقبہ کیا۔ نماز اشراق کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھی۔ آخر ۲۸ صفر کو ۶۳ برس کی عمر میں ۱۰۳۴ھ میں اس جہان فانی سے کوچ کیا آپ کا مزار سرہند میں مرجع خاص و عام ہے آپ کی وفات کا افسوس ناک واقعہ جہانگیر کے عہد میں پیش آیا۔

علماءِ حق کا قافلہ

میدانِ سیاست میں
میدانِ جنگ میں
میدانِ تبلیغ و تدریس میں

شیخ عبداللہ ایم اے (سیاسیات)

ان پڑھتے سورج کے پجاریوں اور ہر نئے دور کے پرستاروں نے جن کے دل و دماغ میں مغربی تہذیب و تمدن سرایت کر چکا ہوا ہے، علماء حق پر الزام تراشی اپنا روزمرہ کا معمول بنا رکھا ہے۔ اقتدار کی ہوس نے ان کو دیوانہ بنا دیا ہے۔ وہ یہ کہتے ذرا نہیں شرماتے کہ علماءِ حق نے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو دین فروشی اور مذہبی اجارہ داری سے زیادہ کچھ نہیں مسلمانوں کی پستی اور تنزل کا سبب وہی ہیں۔ اور وہ چونکہ قدامت پسند اور تنگ نظر ہیں، اس لیے حکومت نہیں چلا سکیں گے۔ یہ سیاسی پروپیگنڈا عام جاہل اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ جس نے مغربی تعلیم کے سوا اسلامی تعلیمات کو چھوا تک نہیں۔

علماءِ حق نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کب انہوں نے دین فروشی کی اور مسلمانوں کی پستی اور تنزل کا سبب بنے۔ افسوس! صد افسوس! وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات کو بھول گئے۔ کیا انہوں نے سیاستِ اسلامیہ کو غالب لانے کی خاطر انگریزوں کے ساتھ ٹکر نہیں لی تھی اور انگریزوں کی بری نگاہوں اور ناپاک عزائم کے خلاف باقاعدہ جدوجہد کا آغاز نہیں کیا تھا۔ اس وقت جب انگریز سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں اس ملت کی معیشت ایمان اور عزت لوٹنے آئے تھے۔ شاید ان کو یاد نہ ہوگا کہ اٹھارھویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ نے اسلام کے اقتصادی، معاشی اور تہذیبی نظام کے عالمگیر اصول متعین کئے تھے۔ جو کہ پوری انسانیت کی فلاح و نجات کے سب سے بڑے ضامن سمجھے جاتے ہیں۔ کارل مارکس جسے اقتصادی اور معاشی انقلاب کا داعیٔ اول کہا جاتا ہے یہ مفکر اعظم اس سے پچاس سال پہلے آنے والے دور کے اسلام کے سیاسی، اقتصادی معاشی اور تہذیبی نظام کے اصول پیش کر چکا تھا۔ افسوس کہ ہم بھول چکے۔ وہ شاہ ولی اللہ جن کی جماعت میں حضرت مولانا نور اللہ، مولانا عبدالحی، حضرت مولانا شاہ ابو سعید، حضرت مولانا امین صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز جیسے جید عالم شامل تھے۔ کیا ساٹھ سال تک شاہ عبدالعزیز اور ان کے رفقاء نے ملک میں معاشرتی اور مذہبی اصلاح کا ہمہ گیر کام جاری نہیں رکھا تھا۔ جس کا حلقہ اثر ہند سے لے کر عرب، وسط ایشیا اور مشرق بعید تک چلا گیا تھا۔ اور وہ اس کارِ عظیم کی خاطر سامراج کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے تھے۔ کیا یہ اُن کی کوئی کم قربانی تھی۔ وہ سر سید احمد خاں، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمات بھول چکے۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی کی حریت اسلام اور مسلمانوں کی پستی کا سبب بنی اور کیا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ حضرت لاہوریؒ اور علامہ مشرقی باطل طاقتوں سے دبے بیٹھے رہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں یہ تمہاری بھول ہے۔ یاد رکھو۔ یہ وہ علماء حق تھے۔ جنہوں نے جان کی بازی لگا کر انگریز کے ناپاک عزائم کو تہ خاک کر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔

یہود و نصاریٰ یعنی مغربی سامراج شروع سے اسلام کے خلاف طرح طرح کی حرکات کرتا چلا آیا۔ اس نے مختلف لالچ دے کر اور ہمیں فریب اور دھوکہ دے کر تمہارے جذبہ حریت پر ڈاکہ ڈالا۔ صبر و استقلال اور عزت و غیرت کو لوٹا۔ یہاں تک کہ تمہارے مذہب و ملت کا مذاق اڑایا۔ ہر دور میں اور ہر طریقہ سے۔ افسوس کہ تم نے محسوس تک نہیں کیا۔ علماء حق پکارتے رہے کہ اسلامی حکومت قائم کرو۔ اور اسلام کو مملکت کی اساس بناؤ مگر ہر دور میں ہمارے ذمہ دار حضرات غفلت، گریز اور تاخیر سے کام لیتے رہے۔ مسائل پیدا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آج مسائل کے حل کے لیے ہر ایک کی نگاہیں کبھی اشتراکیت کی طرف اٹھنے لگی ہیں اور کبھی مغربی جمہوریت کی طرف، کیونکہ سامنے اسلام موجود نہیں۔ مغربی سامراج علماء حق کو اپنے راستے کا پتھر سمجھتا رہا۔ اور انہیں نیست و نابود کروانے کی سازشیں کرواتا رہا۔ مگر اس کے اشارہ پر چلنے والے اور دھن و دولت کے پجاری خاموش تماشائی بنے رہے۔ ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ جس شاخ پر بیٹھے تھے اسی کو کاٹتے رہے۔ یاد کرو، یہ علماء حق ہی تھے۔ جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنی دولت، اولاد اور اپنی زندگیوں تک کی پرواہ نہ کی۔ اسلام کی راہ میں قربانی دیتے رہے۔ اگر وہ آگے بڑھ کر باطل طاقتوں کا مقابلہ نہ کرتے تو آج دنیائے اسلام کا نقشہ اور ہوتا۔

آج پھر علماءِ حق کا قافلہ میدان میں نکلا ہے۔ وہ عدل و انصاف کے ذریعے معاشرہ کو پاک کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ ہر برائی اور ہر ظلم کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ختم کرنے کی کوشش میں رواں دواں ہے۔ اور سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکل کھڑا ہے۔ سامراج اضطراب کے عالم میں اپنے پٹھوؤں کے ذریعہ علماء حق کو طرح طرح سے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کبھی ان پر سوشلسٹ ہونے کا الزام لگواتا ہے اور کبھی قدامت پسندی اور تنگ نظری کا الزام تراشتا ہے۔ مگر اب سامراج کے ناپاک عزائم کو ہرگز پورا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اب عوام اس قافلہ کے ساتھ ہیں۔ وہ قافلہ جس میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا عبیداللہ انور اور دیگر اکابرین شامل ہیں رواں دواں رہے گا۔ تم جتنا بلیک میل کرنے کی کوشش کرو گے اتنا ہی آگے بڑھے گا میدان سیاست میں، میدان جنگ میں اور میدان تبلیغ و تدریس میں۔

وہ حالات سے باخبر ہے۔ قدامت پسند اور تنگ نظر نہیں۔ عوام کے دکھ اور غم کو وہ اپنا سمجھتا ہے۔ وہ ان تمام تکلیفات کو دور کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جو ہر ایک کو درپیش ہیں۔ وہ جذبۂ حریت

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

(گذشتہ سے پیوستہ)

دروسُ القرآن

از افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ : محمد مقبول عالم بی اے، ناظم مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

رب

رب اللہ تعالےٰ کا صفاتی نام ہے جس کے معنی ہیں ربوبیت کرنے والا، پرورش کرنے والا، ایسی پرورش جو درجہ بدرجہ کسی چیز کو کمال تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی پرورش اور اس پرورش کے لئے ضروری سامان مہیّا فرماتے ہیں تاکہ ہر چیز مختلف حالتوں سے گذرتی ہوئی درجۂ تکمیل تک پہنچ جاتے۔ گویا درجہ بدرجہ کمال تک پہنچنے کے لئے ہر چیز پرورش کی محتاج ہے اس لئے پروردگار کا ہونا ضروری ٹھہرا۔

ربوبیّت

مربوب کو جوں جوں ضرورت پیش آئے اس کی ضرورت کے مناسب حال پورا کرنے کا انتظام کر دیا جائے تو یہ "ربوبیت" ہے۔ مثلاً بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کے دانت نہیں ہوتے، تو ماں کی چھاتی میں دودھ پیدا کر دیا۔ ذرا بڑا ہُوا تو ماں چاول پکا کر کھلاتی ہے، پھر روٹی دینے لگتی ہے۔ جب ہوش سنبھال لی تو تعلیم کے لئے استاد بہم پہنچا دیے۔ بیمار ہُوا تو طبیب مہیّا کر دیے۔ جو نسخہ لکھ دیتے ہیں اور دوائی پنساری سے مل جاتی ہے۔ ایسے ہی طبیب اور ڈاکٹر ہیں جو دوائی تیار شدہ دے دیتے ہیں۔ حقوق کے غصب ہونے کی حالت میں حکومت کا نظام پیدا کر دیا تاکہ داد رسی ہو۔

دنیا میں صفاتِ الٰہیہ کے غیر متناہی مظاہر ہیں۔ سب سے پہلے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی، جس مظہرِ الٰہی سے انسان کا تعارف ہوتا ہے وہ مظہرِ صفتِ ربوبیت ہے۔ مثلاً دنیا میں آتے ہی جب بچے کو بھوک لگتی ہے تو روتا ہے جب ماں کا پستان منہ میں لیتا ہے تو چپ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس مظہرِ ربوبیت سے یہاں تک مانوس ہوتا ہے کہ سخت رو رہا ہو اور ماں پاس آ کر لیٹ جائے تو چپ ہو جاتا ہے گود میں فقط اٹھائے تو مطمئن نظر آتا ہے۔ اس میں عاقل بالغ انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اے انسان! مظہرِ ربوبیت کے ایک ادنےٰ سے نمونے کے ساتھ جب تمہیں اس قدر اُنس ہے تو تمہیں اُس منبعِ ربوبیت کے ساتھ بطریقِ اَولیٰ اُنس ہونا چاہیے جو سارے جہان کا حقیقی مربّی ہے بلکہ تمہیں مجاز سے نظر ہٹا کر ہر نعمت کے لئے حقیقی مربی کا شکر بجا لانا چاہیے۔

اللہ تعالےٰ ہر قسم کی ستائش کا مستحق اس لئے ہے کہ وہ حسن و کمال کا منبع اس لئے ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ اس کی ربوبیت سب پر حاوی ہے۔ نباتات، حیوانات، پرند، چرند، درند اور انسان سب کا وہی رب ہے۔ اس کی ربوبیت سے سب تربیت پاتے ہیں اور اسی کے خزانے سے سب کچھ پاتے ہیں۔ معبود بھی وہی ہے، رب بھی وہی ہے۔ اسباب ربوبیت بھی اُسی نے بنا رکھے ہیں ورنہ بلا اسباب وہ خود ہر ایک کی تربیت کر سکتا تھا — مومن اسباب کو نظر انداز کر کے فقط اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ یہی توحید خالص ہے۔ مثلاً کھانا تیار ہونے تک بے شمار اسباب و وسائل میں سے گذرتا ہے۔ زمیندار نے ہل چلا کر بیج ڈالا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے اگایا۔ غلّہ تیار ہُوا تو بازار میں آیا۔ ہم نے اُسے دام دے کر خریدا۔ چکّی میں پسوا کر آٹا بنایا۔ بیوی نے اُسے گوندھا اور توے پر پکایا۔ تب روٹی بن کر ہمارے سامنے آئی۔ ہم نے اسے کھایا اور کھا کر شکر اللہ کا ادا کیا الحمد للّٰہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین۔ حمد و ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ کیونکہ ان سب وسائل میں اللہ کا ارادہ کام کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جب ارادہ کرتے ہیں تو اسباب خود بخود مہیّا ہو جاتے ہیں اِذَا اَرَادَ شَیْئًا ھَیَّأَ اَسْبَابَہٗ۔

عٰلمین

عالمین عالَم کی جمع ہے مراد تمام ماسوی اللہ ہے جو اپنے بنانے والے یعنی اللہ تعالیٰ پر علامت ہیں۔ سب چیزیں عالم ہیں۔ جسمانی یا نورانی یا ظلمانی — اصل میں ایک نوع کی خاصیت رکھنے والی اشیاء ایک عالم بنتی ہیں۔ لفظ عالمین میں غیر متناہی اشیاء کی قِسمیں بند ہیں۔ مثلاً ایک عالم انسان ہے، ایک عالم حیوانات، ایک عالم نباتات اور ایک عالم جمادات ہے۔ ان کے اندر پھر عالم ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کا خالق اور رب ہے۔

اشیاء کی دو قسمیں ہیں — قائم بالذات اور قائم بالصفات جن کو ذوات اور صفات یا جوہر اور عرض بھی کہتے ہیں مثلاً کپڑا جوہر ہے اور اس کا رنگ عرض — پھول جوہر ہے اور خوشبو عرض ہے۔ تمام ذوات اور صفات اللہ تعالےٰ کی ذات پر عالم یعنی نشانی ہیں اور اس کی خالقیت اور ربوبیت کا مظہر ہیں۔

نورِ توحید جیسا اَلحمد للّٰہ سے حاصل ہوتا ہے ویسا ہی رب العالمین سے۔ تمام جہانوں کی ضروریات پوری کرنے والا فقط ایک ہے۔ جس کا صفاتی نام رب ہے اور ذاتی نام اللہ۔ بچہ ماں کی چھاتی سے دودھ پیتا ہے اور پرورش پاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری غذا اس میں ہے۔ جب بچہ اتنا سمجھدار ہے کہ اپنی حاجت ماں

(باقی ص۱۴)

نظامِ حکومت اور انتخابات

امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی فکر کی روشنی میں

محمد مقبول عالم بی اے

قدیم سیاسی نظام

تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ شروع میں انسان کا سیاسی نظام قبائلیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ہر قبیلے کا اپنا اپنا سردار ہوتا تھا اور وہی ان کا حاکم تھا پھر اس نے بادشاہت کی شکل اختیار کی اور کئی صدیوں تک شاہی نظام چلتا رہا۔ جب بادشاہت میں فرسودگی پیدا ہو گئی تو اس کے خلاف بھی عام بیزاری کی لہر پیدا ہوئی۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی عیسوی سے قومی جمہوریتوں کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے فرانس میں بادشاہت کے خلاف ۱۷۸۹ء میں انقلاب آیا۔ پھر مغرب کے دوسرے ملکوں میں بھی جمہوری نظام رائج ہونے لگا اور اس کا اثر مشرقی ممالک پر بھی پڑنے لگا۔ چنانچہ دو صدیوں میں مغرب و مشرق کے اکثر ممالک میں جمہوریت کا دور دورہ ہو گیا۔

موجودہ جمہوری نظام

جمہوری نظام کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ عوام کی حکومت ہے، عوام کے فائدے کے لئے ہے اور عوام کے ذریعے ہے۔ اس نظام سیاست میں قانون سازی کا حق عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تصوّر دین کے بنیادی فکر سے بالکل مختلف ہے۔ چونکہ جمہوری نظام کا آغاز مغرب سے ہوا۔ اس لئے جمہوریت کی بنیاد دین سے علیحدگی اور محض مادی تصوّرِ حیات پر رکھی گئی جس نے آگے چل کر لادینیت کو جنم دیا۔ بلکہ خدا کا انکار کر کے زندگی کی اخلاقی اور روحانی اقدار اور اخروی زندگی کے اقرار کو بھی نظرانداز کر دیا گیا اور زندگی کے ہر معاملے کو خالص مادی نقطہ نگاہ سے جانچا جانے لگا۔ چونکہ مغربی جمہوریت کا بنیادی نظریہ "عوام کی حکومت" قرار پایا، اس لئے دین کا دیا ہوا "خدا کی حاکمیت" کا تصوّر ختم ہو گیا۔ غرض جو "استبدادیت" شاہی نظام میں تھی وہ بعینہٖ جمہوری نظام میں بھی قائم رہی، صرف مُہرے بدل گئے۔ ملک کا حاکم خواہ وہ کسی شاہی خاندان کا فرد ہو یا جمہور کا نمائندہ دونوں حکم الٰہی کی پابندی سے برابر آزاد تھے۔

اسلام کا شورائی نظام

اسلام نے ساتویں صدی عیسوی میں جب ابھی شاہی نظام ہی چل رہا تھا، انسانیت کی رہنمائی کے لئے ایک نیا سیاسی نظام پیش کیا۔ جس میں قانون سازی کی بنیاد باہمی مشورے پر ہے اور ملک کا بہترین آدمی مملکت کی سربراہی کے لئے چُنا جاتا ہے۔ وہ اہل الرائے کے مشورے سے کام کرتا ہے اور سب شرکائے حکومت احکام الٰہی کے پابند ہوتے ہیں کیونکہ اسلام کا بنیادی تصوّر "خدا کی حاکمیت" ہے ان الحکم الا للہ (۱۲: ۶۷) حکومت کا حق صرف اللہ کا ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

انسان صرف نیابتِ الٰہی میں حکومت کرتا ہے اسے "نظامِ خلافت" بھی کہتے ہیں اور قرآن حکیم میں انسان کو خلافت کا منصب ہی عطا کیا گیا ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (۲: ۳۰) (میں آدم کو زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) اور مسلمانوں کو استخلاف فی الارض ہی کا وعدہ دیا۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (۲۴: ۵۵) (اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے) چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے صحیح معنوں میں اللہ تعالےٰ کی خلافت کا نظام قائم کر کے دکھایا اور آپ کے بعد یہی نظام خلافت راشدہ کی صورت میں بھی جاری رہا۔ گویا اس نظام کی اساس اللہ تعالےٰ کے احکام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کا عمل ہے۔ جسے عموماً "کتاب و سنت" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی اساس قیامت تک کے لئے کام دے گی۔

مسلمانوں کا شاہی نظام

عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ کا یہ "نمونے کا دور" کوئی پچاس برس تک رہا۔ بے شک اس کے بعد شاہی نظام آ گیا کیونکہ دنیا ابھی شاہی دور کی منزل ہی میں تھی۔ لیکن اس قدیم شاہی دور اور مسلمانوں کے شاہی دور میں ایک بہت بڑا فرق تھا یعنی "خدا کی حاکمیت" کا تصوّر۔ ایک غیر مسلم بادشاہ تو مستبد ہوتا تھا جو چاہے حکم دے مگر ایک مسلمان بادشاہ مستبد نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کتاب و سنت کا لازماً پابند ہوتا تھا۔ چنانچہ دورِ خلافت کے بعد مسلمانوں کے شاہی نظام میں بھی قرآنی قانون ہی چلتا رہا اور عدالتوں کے تمام فیصلے کتاب و سنت کے تحت ہی ہوتے رہے۔ اگر کسی حاکم نے خلاف ورزی کرنی چاہی تو ایسے اللہ کے بندے بھی موجود رہے جو کوڑے کھا کھا کر اور قیدیں بھگت بھگت کر بھی اعلان حق کرتے رہے اور آخر حق ہی غالب آتا رہا۔ اور ایسے شاہی خاندان کا خاتمہ

ہو جاتا رہا۔ اور اس طرح یہ فکر مسلم اقوام میں پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا کہ معاشرے میں صرف قانونِ الٰہی کی حکومت ہونی چاہیئے۔

تاریخ اسلام کے مطالعے سے یہ بات صاف طور پر نمایاں ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے شاہی دَور اور غیر مسلم شاہی ادوار میں صرف یہ فرق رہا ہے کہ غیر مسلم شاہی دَور میں خالص استبداد تھا مگر مسلم دَور میں شاہی خاندان کو صرف کچھ مالی تفوق ضرور حاصل ہوتا تھا لیکن قانون سازی میں استبداد کا کوئی امکان نہ تھا۔ اسلامی تاریخ کے تقریباً تمام سیاسی انقلابات اسی نکتے پر آئے ہیں۔

تاریخ اسلام کی غلط تعبیر

غرض خلافت کے بعد شاہی دَور میں بھی خدا کی حاکمیت کا تصور قائم رہا اور کتاب و سنّت اور خلافت راشدہ کے عمل ہی کو پیشِ نظر رکھا گیا اور ملک کا عام قانون ویسے ہی جاری و ساری رہا۔ اس لئے یہ کہنا کہ اسلام صرف خلافتِ راشدہ کے پچاس برس تک چلا، بعد میں دَور ملوکیت آگیا تو خلافت اسلامیہ کا نظام ختم ہو گیا، غلط ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کی مغربی سازش ہے۔

اسلامی ممالک اور جمہوری نظام

جب بیسویں صدی کے دوسرے دہاکے میں دنیا سے بادشاہت کا خاتمہ ہونے لگا اور "جمہوری نظام" قائم ہونا شروع ہوا تو یہ تبدیلی اسلامی ملکوں کے لئے عجیب نہیں تھی بلکہ یہ ظاہری صورت میں بھی نظام خلافت کے قیام کی طرف ایک قدم تھا۔ گویا اب شاہی دور کے بعد دنیا اس منزل پر آ گئی کہ عوام کے نمائندے بھی حکومت میں شریک ہوں، صرف شاہی خاندان ہی اس کے لیے مخصوص نہ رہے اور یہ تصور عام ہو گیا کہ ملک کے بہترین اشخاص کا انتخاب کیا جائے اور ان میں سے ایک کو سربراہ بنا لیا جائے اور سب باہمی مشورے سے ملکی نظام چلائیں۔ اس طرح اسلامی ممالک میں بھی بادشاہت کی جگہ جمہوری نظام رائج ہوا۔ ظاہر ہے کہ اسلامی نظام مغربی جمہوریت سے اپنی اصل کے لحاظ سے مختلف ہے کیونکہ غیر مسلم جمہوریت کے تصوّر میں قانون سازی کا اختیار اور حق عوام کو دیا گیا ہے۔ یہ غیر علمی، خلافِ حقیقت تصور ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی نظام کا تصوّر "خدا کی حاکمیت" ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ یہ نظام انسانیت کے بنیادی تقاضوں پر مبنی ہے اور ان کی تشریح قرآن و حدیث میں کی گئی ہے۔ اس لئے اس نظام کو چلانے کے لئے قرآن و حدیث کا علم ضروری ہے —— گویا غیر اسلامی نظام حکومت پہلے بھی مستبد تھا اور اب بھی مستبد ہے لیکن اسلامی نظام حکومت برابر کتاب و سنّت کا پابند اور باہمی مشورے کے اصول پر قائم رہا۔ اس لئے ہم اسلامی نظام حکومت کو مغربی جمہوریت کے مقابلے میں شوراویت کا نظام کہیں گے۔ یہ نظام جمہوریت کی خرابیوں سے بالکل پاک ہے اور جملہ انسانی طبعی تقاضے پورا کرتا ہے۔ اس کی اقتصادیات، سیاسیات، اخلاقیات اور روحانیت وغیرہ سب کی بنیاد انسانیت پر ہے۔

مغربی جمہوریت

مغربی جمہوریت کا نقشہ علامہ اقبالؒ نے مندرجہ ذیل اشعار میں خوب کھینچا ہے ؎

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

●

گریز از طرزِ جمہوری غلامے پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمے آید

مطلب یہ ہے کہ اسلام ملک کا سیاسی نظام پختہ کار اشخاص کے سپرد کرتا ہے تاکہ وہ اسے کتاب و سنّت کے تحت چلائیں۔ ہر کس و ناکس اہل نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ میں معاشرے کے نظم و نسق کا اختیار دے دیا جائے اور وہ نا اہل اشخاص محض اپنی عددی اکثریت کے بل پر الٹے سیدھے احکام جاری کرنے لگ جائیں جنہیں روح انسانیت اور

روح اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

شوریٰ کی اہمیت

قرآن حکیم نے واضح طور پر مشورے سے حکومت کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا —— وشاورھم فی الامر (۳ : ۱۵۸) (اور مسلمانوں سے معاملاتِ ملکی میں مشورہ لیا کریں) اور پھر مسلمانوں کے نظام ریاست کے متعلق بتایا کہ وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲ : ۳۸) (اور مسلمانوں کے معاملات ملکی باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں) ظاہر ہے کہ مشورہ ان سے لیا جائے گا جو اس کے اہل ہوں اور ایسے حضرات ہی کا کسی آسان طریقے سے انتخاب عمل میں آنا چاہیئے۔ وہ مل کر ایک مجلس شوریٰ قائم کریں گے اور ایسے ہی اہل الرائے کے مشورے سے ایک بہترین شخص کا سربراہ مملکت کی حیثیت سے انتخاب کیا جائے گا۔ یہ حق بھی عام اشخاص کو نہیں دیا جا سکتا۔ مغربی جمہوریت کی خرابی یہ ہے کہ اس میں اہلیت کی کوئی پابندی نہیں اس لئے اچھے اشخاص پیچھے رہ جاتے ہیں اور چوہدری قسم کے لوگ اوپر آ جاتے ہیں۔ وہ پھر من مانی کرتے ہیں۔ یہ لوگ کسی صورت میں بھی عوام کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ اپنے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ اس لئے انتخاب کرنے والوں اور منتخب ہونے والوں سب کے لئے کوئی ضابطہ اور معیار ہونا چاہیئے جس کی رو سے بہترین اشخاص اوپر آئیں۔

(باقی آئندہ)

اسلام میں دفاع کی اہمیت

شیخ محمود شلتوت ــــــــ تلخیص ترجمہ: ظہور احمد اظہر

اسلام دینِ عمل ہے اور عملی زندگی کے کسی بھی پہلو کو فراموش نہیں کرتا۔ بھلا ایک ایسا دین جو انسانیت کو حرکت و عمل کی دعوت دیتا ہو وہ زندگی کے تلخ حقائق سے کیونکر چشم پوشی کر سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد امن و سلامتی اور صلح و آشتی اور انسانیت کی بھلائی پر رکھی گئی ہے۔ لیکن جب انسانی ناموس خطرے میں ہو اور باطل کی سرکش قوتیں دنیا کے امن و چین کو برباد کرنے کے درپے ہو جائیں تو اس وقت حق و انصاف کی حمایت کرنے اور باطل کو ذلت آمیز شکست کا مزہ چکھانے کے لیے عملی اقدام کو بھی ایک فریضۂ دینی قرار دیتا ہے جس کا مقصد دنیا کے ہر خطے اور ہر کونے میں بسنے والے انسانوں کے امن و چین اور حقوق کی حفاظت ہے۔ یہی وہ دینی فریضہ ہے جسے قرآن جہاد کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور ظاہر ہے اس فریضے کی ادائیگی اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے پاس قوت و استعداد موجود ہو۔

ہر دور اور ہر زمانے میں جنگ پر ایک نظریاتی مسئلے کی حیثیت سے بحث کی جاتی رہی ہے اور اسلام کا نظریۂ جنگ یہ ہے کہ باطل کو شکست دینے اور امن کو بحال رکھنے کے لیے ہر قسم کا سازو سامان اور قوت و استعداد پیدا کی جائے تاکہ خدا کے باغیوں، امن کے دشمنوں اور انسانیت کے بدخواہوں کو کچلا جا سکے۔ اس قوت سے ضعیفوں اور بیکسوں کی حفاظت و حمایت مقصود ہے۔ کمزوروں اور مجبوروں پر جو ہاتھ اٹھے وہ کاٹ دیا جائے اور امن پسند و بے گناہ انسانوں کو بے چین کرنے اور برباد کرنے کے لیے جو باطل قوت سر اٹھائے اس کا سر توڑ دیا جائے۔

اکثر ادیانِ سماویہ کے پیرو کاروں نے یا تو اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی یا وہ یہ بات سمجھ ہی نہیں سکے کہ تمام زمانوں میں اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین صرف ایک ہی رہا ہے تمام نبیوں اور رسولوں نے ایک ہی حقیقت کی طرف دعوت دی، اور رسالت محمدیہ اسی دعوت کی تکمیل اور انتہا تھی۔ اور انسانی ارتقا کے ساتھ ساتھ زندگی میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی وہ دنیا کے سامنے پیش کر دی گئیں رسالت محمدیہ کا مقصد گذشتہ انبیاء کرام کی تعلیمات کو مٹانا نہیں تھا۔ بلکہ اسی حقیقت کو اصلی اور آخری شکل میں پیش کر دیا گیا۔ "دینًا قیمًا ملۃ ابراھیم حنیفا" اسلام وہی دین حق اور صراطِ مستقیم ہے جو حضرت ابراہیم کا مشرب و مذہب تھا۔

رسالت محمدیہؐ نے جس چیز کو بڑی تاکید اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ وہ امن و استقرار ہے، یہ بات اسلام کے بنیادی مقاصد میں شامل کر دی گئی کہ امن عالم کو ہر قسم کے اضطرابات اور خطرات سے بچایا جائے۔ بنی نوع انسان کے تمام افراد کے درمیان تعاون محبت اور اخوت کے جذبات پیدا کئے جائیں۔ اسلام نے انسانوں کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تخلیق اس لیے نہیں کی کہ قوی ضعیف پر چھا جائے بلکہ انسانی تخلیق کا مقصد اور انسان کو عقل و فکر اور زمین و آسمان کی قوتوں کا مالک بنا دینے کا مدعا یہ ہے کہ یہ کرۂ زمین رحمت خداوندی کا پورا پورا مظہر بن جائے۔ بندگانِ خدا آرام و سکون اور راحت و اطمینان کی زندگی بسر کریں۔

لیکن انسانوں نے شر و طغیان کی راہ اختیار کی، انسانیت کو ترک کر دیا۔ خدا کی تخلیق کے مقصد کو پس پشت ڈال دیا اور صراطِ مستقیم سے منحرف ہو گئے اور شیطان کے نقشِ قدم پر چل نکلے" یعدھم ویمنیھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا (نساء) وہ شیطان ان کو قسم قسم کے لالچ اور آرزوؤں سے گمراہ کرتا ہے اور حقیقت میں شیطان کا وعدہ تو ایک فریب ہے

اسلام کی دعوت

اسلام باہمی میل جول اور تعاون کی دعوت دیتا ہے اور اس نے یہ بات واضح طور پر پیش کر دی کہ انسان انسان کا بھائی ہے ہر انسان رحمت و محبت اور سلامتی کا مستحق ہے۔ عدل و انصاف اور حریت و آزادی ہر انسان کا حق ہے تاکہ ہر انسان اپنے فرائض پوری طرح انجام دے سکے اور زندگی کی دوڑ میں ترقی کے تمام وسائل پوری آزادی کے ساتھ استعمال میں لائے اسی کے ساتھ اسلام نے سرکشی و عداوت اور تخریب و تباہی کے لیے تسخیر کائنات سے اجتناب کا بھی حکم دیا۔ اسلام نے تسخیر فطرت کا جو نظریہ پیش کیا وہ یہ ہے کہ عناصر فطرت کو مسخر و تابع فرمان کر کے امن و سلامتی کی خاطر کام میں لایا جائے تاکہ انسانیت امن و اطمینان اور رحمت و شفقت کی فضا میں زندگی کی جدو جہد کو جاری رکھ سکے۔

دفاع کی اہمیت

کائنات ارضی شرپسندوں اور انسانیت کے دشمنوں سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی جو ہمیشہ فتنہ و فساد اور امن و سلامتی کو برباد کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ انسانوں کی آزادی اور امن و چین ان کو پسند نہیں ہوتا، ان کی انتہائی کوشش بندگان خدا کو فریب دینا اور پریشان کرنا ہوتی ہے۔ لہذا ایسے شریر اور سرکش انسانوں سے انسانیت کی حفاظت ضروری تھی اور اسلام نے اسی حقیقت کے پیشِ نظر دفاعی تیاریوں پر بڑا زور دیا ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم (انفال)

ایسے شرپسندوں سے بچاؤ کے لیے ہر قسم کی قوت اور ساز و سامان مہیا رکھو تاکہ ان دشمنان خدا اور اپنے بدخواہوں کو تمہاری طرف نظر اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہو۔

دفاع کے ساز و سامان کو اسلام نے امن کا وسیلہ قرار دیا اور امت اسلامیہ کے ہر فرد پر یہ فریضہ عائد کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا سپاہی اور مجاہد بنے اور دنیا کے امن و سلامتی کی حفاظت کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہے۔ خدا کی رضا مندی اور انسانیت کی ناموس کی خاطر برسرپیکار ہونے کے لیے تیار رہے اور اسی ایمان

کے ساتھ لڑے کہ وہ حق و صداقت انسانی ناموس کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے لڑ رہا ہے۔ اور اس کا مد مقابل شر و فساد، انسان دشمنی اور شیطان کی خاطر سر کٹا رہا ہے۔ "الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت" (نساء)

بد دلی اور بزدلی

فتح و کامیابی اور قیام امن کے لیے مادی وسائل قوت اور جنگی تنظیم ضروری و لابدی ہے لیکن اس کے ساتھ ایک تیسری چیز بھی درکار ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس تیسری چیز یعنی دفاعی معاملات کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ اس کا تعلق صرف لشکر سے نہیں بلکہ قوم سے بھی ہے اور وہ ہے عزم و استقلال کیونکہ بد دلی اور بزدلی تمام دفاعی تدبیروں اور ساز و سامان پر پانی پھیر دیتی ہے۔ کسی قوم کے دفاعی انتظامات اس وقت تک کافی اور تسلی بخش نہیں ہو سکتے، جب تک عسکری تنظیم اور قومی زندگی ایسے بد طینت افراد سے خالی اور پاک نہ ہو جو بد دلی پھیلانے اور خوف و ہراس کی فضا پیدا کر کے دشمن کی جاسوسی اور اعانت کرتے ہیں۔ اقوام عالم کی تاریخ میں جہاں جہاں ہم حق و باطل کو بر سر پیکار دیکھتے ہیں وہاں فتح و شکست کی ذمہ داری اس تیسرے عنصر پر موقوف نظر آتی ہے۔ کیونکہ بد دلی جب فوج میں داخل ہو جائے تو وہ تنکوں کا ڈھیر ثابت ہوتی ہے۔ اور جب کسی قوم کے دلوں پر مسلط ہو جائے تو عزم و استقلال جرأت و اخلاص کی جگہ شکست و ہزیمت اور بزدلی اور منافقت چھا جاتی ہے۔ یہی وہ مرض ہے کہ جب کسی قوم کو لاحق ہوتا ہے تو اس کی تباہی و بربادی کا سامان خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اقوام عالم کے عروج و زوال کی کسی بھی داستان کو تم اس اصول سے مستثنیٰ نہیں پاؤ گے!

بد دلی منافقت کی پیداوار ہے

کوئی کام ایمان و اعتقاد اور سچی لگن کے بغیر اچھی طرح انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اور جب انسان سچے دل سے کسی مقصد کی خاطر جد و جہد نہیں کرتا بلکہ مجبور ہو کر اور ظاہر داری کے طور پر کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ تو اسی کا نام منافقت ہے اور یہی منافقت اس انسان کو بد دلی پھیلانے پر مجبور کرتی رہتی ہے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ منافقت ہی وہ بد اخلاقی ہے جس نے ہر ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ ہر قدم پر رکاوٹ کھڑی کی، ہر اصلاح کو فساد سے بدل دیا اور ہر معرکے میں ہزیمت و شکست کا باعث ہوئی۔

قرآن کریم نے نفاق کا پردہ چاک کرنے کی خوب کوشش کی ہے۔ اور منافقین کو بڑی ذلت و رسوائی کا مستحق ٹھہرایا ہے "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار" منافقین جہنم کے عمیق ترین گڑھے میں ڈال دیئے جائیں گے۔ جہاں ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا۔ قرآن نے مشرکین اور بت پرستوں سے وہ ذلت آمیز اور خصائل بد منسوب نہیں کئے جو منافقین سے کیے۔ اسی طرح مادی وسائل قوت اور عسکری تنظیم کے متعلق تو چند آیات ہیں۔ مگر دفاعی حصار میں رخنے ڈالنے والے اس گروہ کی چالوں اور فریب کاریوں کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور خصوصاً جہاد یا کسی اور نازک موقع پر، منافقین کے وہ ہتھکنڈے بھی قرآن نے واضح کر دیئے جو وہ عسکری صفوں میں بد دلی اور خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ ملتِ اسلامیہ خصوصاً اور نسل انسانی عموماً اس سے محفوظ رہ سکیں۔

بقیہ: علماء حق کا قافلہ

سے سرشار ہے اور اس کا حوصلہ بلند ہے۔ اور پرانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے اسلام کی خاطر قربان ہونا جانتا ہے وہ شمع محمدی کو کبھی مدھم ہونے نہیں دے گا۔ وہ شمع جس نے عدل اور انصاف کا سبق دیا۔ آندھیوں، طوفانوں اور تاریک حالات سے ٹکرا جائے گا۔ باطل سے معرکہ آرا ہو گا۔ اپنے خون اور جذبۂ حریت سے اس شمع کو روشن رکھے گا۔ حالات سے بے خطر آگے بڑھے گا اور آگے بڑھتا جائے گا۔ ہر میدان میں سب سے آگے یہ علماء حق کا قافلہ۔

بقیہ: دروس القرآن

کی چھاتی کے سوا کہیں نہیں ڈھونڈتا تو معمر انسان اللہ کو رب العالمین سمجھ کر حاجت روائی کے لئے غیر اللہ کے دروازے پر جاتے، یہ کتنی بڑی حماقت اور نادانی ہے۔ توحید خالص یہ ہے کہ سلسلہ اسباب کی کڑیوں سے نظر ہٹ کر فقط اللہ تعالیٰ پہ پڑے جو ہر چیز کا منبع و ماویٰ ہے دل میں اور زبان پر فقط اللہ کا نام ہو اور ہاتھ بھی فقط اسی کی طرف اٹھیں ؎

افادتکم النعماء منی ثلاثۃ
یدی ولسانی والضمیر المحجبا

(تیری نعمتوں نے میری تین چیزیں تیری کر دی ہیں۔ میرے ہاتھ، میری زبان اور میرا پوشیدہ دل)

اگر سلسلہ اسباب میں ہاتھ ڈالنے سے کام بن جاتے تو شکریہ بھی اسی کا بجا لائیں کیونکہ ہر سبب کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔

ملفوظات حضرت شیخ بھلوی (مدظلہ)

ماسٹر محمد عمر خان گرجی خیر المدارس ملتان سے

تجلیات افعالیہ کے معنی ہیں دنیا کا ہر کام اللہ کی طرف سے نظر آئے یہ گاڑی خود نہیں چلتی کوئی ذات ہے جو چلا رہی ہے۔ تم مسجد میں خود نہیں آتے کوئی ذات ہے جو لے آتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام لاہوری قدس سرہ العزیز ایک بار جلال پور میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا تم اپنی مرضی سے آئے نہ میں اپنی مرضی سے تقریر کر رہا ہوں۔ کوئی ذات ہے جو تمہیں یہاں لے آئی اور کوئی ذات ہے جو مجھ سے کہلوا رہی ہے۔

فرمایا مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ بزرگوں کی دہشت ہوتی ہے۔ دیکھ کر ڈر گیا۔ کہنے لگا (تو جن ہے یا انسان ہے کہ مجھے ڈرا دیا) بزرگ نے فرمایا (تو مومن ہے یا کافر کہ مجھے شک میں ڈال دیا) اس شخص نے عرض کیا (کہ میں مومن ہوں) بزرگ نے فرمایا مومن سوا اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔

فرمایا۔ حضرت شیخ لاہوری سچ فرما گئے کہ اللہ والوں کی جوتوں میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے خزینوں میں بھی نہیں ملتے۔ دیکھو بادشاہوں کے موتی بیچو تو فائدہ اٹھاؤ ورنہ بے کار مگر اللہ والوں کے موتی دنیا میں بھی کام آتے ہیں قبر میں بھی کام آئیں گے۔ حشر میں بھی کام آئیں گے۔ فرمایا مدارِ ولایت سنت پر عمل ہے۔ اسلاف میں سے ایک بزرگ کسی بزرگ کی شہرت سن کر زیارت کے لیے گئے۔ دیکھا وہ شہرت یافتہ بزرگ کعبہ رخ آ رہے تھے اور کعبہ رخ تھوک دیا۔ وہ زیارت کرنے والے بزرگ واپس چلے گئے۔ کسی نے عرض کیا حضرت! زیارت کے لیے اتنی مسافت طے کی مصافحہ بھی نہ کیا۔ فرمایا جس کو تکریم کعبہ نہیں اس کو اللہ تعالیٰ کا کیا ادب ہو گا۔ اسی طرح جس کو سنت کی قدر نہیں اس کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا قدر شان ہو گی۔

پھر فرمایا مدارِ ولایت خرق عادت نہیں عمل سنت ہے ورنہ کافر بے دین مجاہدہ وغیرہ کرکے سُکر صحو کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے خوارق عادات کو استدراج کہتے ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں گشت دریا پر سخت دھوپ کے وقت کشتی کی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مرید نے عرض کیا حضرت! آپ کا ایک مرید ہے جو بغیر کشتی کے دریا پار کر سکتا ہے۔ آپ کیوں اتنی تکلیف میں ہیں۔ فرمایا میں ایسی چیز ظاہر کروں جو استدراج کے مشابہ ہے۔ انہی بزرگ کو عرض کیا گیا حضرت ایک شخص ہوا میں اڑتا ہے اتنے کمال والا ہے آپ نے جواب دیا کیا کمال ہے مکھی جو حقیر چیز ہے وہ بھی تو اڑتی ہے۔ حضرت لاہوری قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے اگر ایک شخص آسمان سے اڑتا آئے ہزاروں مرید پیچھے لائے اگر اس کا عقیدہ اور عمل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے مطابق نہیں اس پر نظر بھر کر دیکھنا حرام ہے۔ اگر بیعت ہو گیا ہے تو توڑنا فرض عین ہے۔

فرمایا! سالک انوار کے شوق مند ہوتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات انوارات میں شیطانی دخل ہوتا ہے۔ سالک سمجھتا ہے یہ انوارات محمدی ہیں حالانکہ اس کی پہچان حکیم حاذق کامل متبع رسالت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انوارات شیطانی میں تلذذِ نفس زیادہ ہوتا ہے۔ بدعت ناری روشنی ہوتی ہے اور ہر گناہ و بے فرمانی میں نار ہوتی ہے۔ مرشد بدعتی ناقص اس کی تمیز نہیں کر سکتا نار کی لطافت کا آخری اور نورِ صحیح مشکوٰۃ نبوۃ کا پہلا درجہ مساوی مساوی ہوتا ہے لیکن اس کی تمیز بھی اللہ والوں کے پاس ہوتی ہے۔

فرمایا قرب الٰہی اور مدارِ ولایت و مقبولیتِ مدارج و معارج اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل اتباع سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ارشاد ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جملہ شرطیہ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی نہ کی۔ جس نے رسول اللہ کی بے فرمانی کی وہ صاف گمراہ ہوا۔ پھر فرمایا مرشد باطنی آنکھ والا اور متبع رسالت ہونا چاہیئے اور مرید صحیح عقیدہ کا ہونا چاہیئے۔

فرمایا۔ طالب کی طلب صحیح سے خدا ملتا ہے۔ سالک کو تو ایسا ہونا چاہیئے۔ ایک بزرگ رو رہے تھے کسی نے عرض کیا حضرت! بہت نہ روئیں آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔ فرمانے لگے۔ اگر آنکھوں کے بدلے یار ملتا ہے تو آنکھیں چلی جائیں یار مل جائے۔ ورنہ یہ آنکھیں یار کے سوا کسی غیر کو تو نہ دیکھیں۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

طلب سے ہاتھ نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ یار مل جائے یا جان چلی جائے۔

اکثر فرمایا کرتے ہیں! اگر ذکر میں انوار نظر نہیں آ رہے تو پھر بھی شکر کر کہ بندگی میں تو لگا دیا ہے۔

رو شکر کن در کارِ خیرت بداشت
نہ چوں دیگرانت معطل گذاشت

اگر کوئی چیز حاصل نہیں ہو رہی پھر بھی رب کو ایسے منظور ہو گا۔ سردار کو غلام کے پالنے کا طریقہ آتا ہے

فرمایا اکثر عوام کو شبہ ہے اور انہوں نے بیعت کا حاصل کشف و کرامت سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ یہ شرط شیخ میں ہونا ضروری نہیں مرید کیوں ہوس کرے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں مرشد لوگ بخشش کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ حالانکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا کو فرمایا یَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ اوکما قال۔ اے فاطمہ اپنے کو دوزخ کی آگ سے بچانا۔ تو بھلا پیر کس مرید کو بچا سکتا ہے۔ جب تک مرید بخشش حاصل کرنے کی سعی نہ کرے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں مرشد لوگ ایک ہی نظر سے کامل کر دیں گے۔

اگر یہ خیال صحیح ہے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کچھ نہ کرنا پڑتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کون کامل النظر ہوگا۔ اگر بعض بزرگوں نے ایسا کیا بھی ہے تو وہ خرقِ عادت میں سے ہے اور یہ جان لینا چاہیے جس طرح نبی کا معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا اسی طرح ولی کی کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی اور بعض لوگ سمجھتے ہیں مشکل کے وقت تعویذات سے کام لے لیا کریں گے۔ یا مرشد لوگ مقبول الدعوات ہوتے ہیں۔ اکثر پیروں کی پیری مریدی چلتی نہیں جب تک تعویذات کا کام نہ کریں اور بعض سمجھتے ہیں انوار نظر آئیں۔ خوب لذت اور استغراق و مستی ہو۔

> طالب خدا باش طالب لذت مباش

طالب کو طلبِ خدا چاہیئے نہ کہ لذت استغراق وجد مستی و شورش چاہیے۔ اکثر سالکین مقصود کھو بیٹھتے ہیں یہ باتیں حکیم الامتؒ سے ماخوذ ہیں۔ آپؒ یعنی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ سالک جب انوار اور لذت کا طالب بن جاتا ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوتا تو بعض وقت مرشد صحیح سے بے اعتقاد ہو جاتا ہے یا اپنے کو موجبِ قہرِ خداوندی سمجھ کر خودکشی کر لیتا ہے۔

> نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
> نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

پھر فرمایا محمودؒ بادشاہ نے ایازؒ کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے بہت سے ہیرے جواہرات بکھیر دیئے اور اعلان کر دیا کہ آج جو شخص جس ہیرے پر ہاتھ رکھ دے گا وہ اُسی کا ہوگا۔ ہر ایک ارکین سلطنت نے اپنے پسند اور خیال کے موتی پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایاز اُٹھا۔ اُس نے بادشاہ محمودؒ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ عرض کیا کہ میں تو صرف آپ کو چاہتا ہوں جب بادشاہ میرا ہوگا تو سب کچھ میرا ہو گیا۔

> جملہ عالم را بدشمن دِہ کہ مارا دوست بس

سارا جہاں میرے دشمن کو دے دے مجھے تو میرا یار کافی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تیرا ہو گیا تو پھر دنیا کی ہر چیز تیری ہو گئی۔

> تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
> کہ گردن نہ پیچد زِ حکمِ تو ہیچ

ملک کے مختلف حصّوں سے حضرت مولانا حافظ حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر

تعزیتی پیغامات اور قرار دادیں

خان گڑھ مولانا حمید اللہ کی اچانک وفات حسرت آیات سے ہمیں بہت افسوس ہوا۔ مرحوم کے لئے ہم سب جماعت والوں نے ان کی مغفرت کی دعائیں مانگیں ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروڑ کروڑ رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس و اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

(محمد عمر سیکرٹری جمعیت علماء اسلام خان گڑھ)

مظفر گڑھ محترم عزیز حضرت حافظ حمید اللہ صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر بڑا افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی خاص جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(احقر نور محمد چک ۱۰۔ د مظفر گڑھ)

ٹنڈو آدم جمعیۃ علماء اسلام ٹنڈو آدم کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب فرزندِ ارجمند حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور برادرِ عزیز حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کی دینی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس دینی نقصان سے نہ صرف حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور کی ہی آنکھیں پُرنم ہیں بلکہ لاکھوں دل رو رہے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب قطب الاقطاب شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ نظر اور حضرت کے نقش قدم پر ملک کی ایک عظیم علمی شخصیت تھی۔ جن کے انتقال سے دنیائے اسلام کو ایک عظیم نقصان پہنچا ہے۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس ہوئیں :-

۱۔ جمعیۃ علماءِ اسلام ٹنڈو آدم کا یہ اجلاس حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے دینی کارناموں پر خراج عقیدت پیش کرتا ہے اور حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب سے گہری ہمدردی و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے حافظ صاحب مرحوم کے حق میں مغفرت اور مولانا کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

۲۔ یہ اجلاس ملک کی ایک عظیم علمی شخصیت مفتی زین العابدین صاحب لائل پوری پر ایک دشمن اسلام، ملک و ملت کے بدترین بدخواہ کی جانب سے قاتلانہ حملہ کی سخت مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ نہ صرف حملہ آور کو ہی عبرت ناک سزا دے بلکہ اس کے پس منظر جو منصوبہ زیر تکمیل ہے اس کی پوری تحقیقات کر کے تمام مجرمین کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

۳۔ یہ اجلاس حضرت مفتی صاحب سے گہری ہمدردی و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے مفتی صاحب کی جان بچائی۔

فرمایا! مسلمان سے اللہ تعالیٰ مال باپ اولاد معاش سب کچھ چھین لے یہ مصیبت اتنی نہیں مگر رب اپنا نام نہ چھینے یہ سب سے بڑا عذاب ہے۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ جس چیز سے جُدا ہو جاؤ اس کا نعم البدل موجود ہے۔ اگر خدا تم سے چھوٹ جائے اُس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ فرمایا اُس کی مہربانی ہے کہ تیری میری زبان سے اللہ اللہ تو کہلوا دیتا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص نے عرض کیا۔ حضرت! اللہ اللہ کر رہا ہوں مگر فائدہ نہیں ہو رہا۔ فرمانے لگے کیا یہ کم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا نام لینے کی توفیق تو دے رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے سنایا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ جنگل بیابان میں چاندنی رات میں تہجد کے وقت باہر نکلے اوپر کو منہ کر کے عرض کیا یا اللہ تیری شاہی بڑی مگر یاد کرنے والے تھوڑے

غیب سے آواز آئی۔ بادشاہ اپنے دربار میں ہر کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیا کرتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔

درسِ قرآن

رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب — مرتبہ: محمد عثمان غنی

سورت بنی اسرائیل

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ہ

(صدق اللہ العلی العظیم)

اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر جتنے احسانات فرمائے ہیں ان احسانات میں سے سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی نوازش، سب سے بڑی مہربانی جو اللہ تعالےٰ نے ہم مسلمانوں پر فرمائی وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ قرآن مجید نے بڑی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا (آل عمران ۱۶۴) لام تاکید کے لئے ہے اور قَدْ خود تاکید کے لئے آتا ہے اور علماءِ تفسیر اور علماءِ نحو فرماتے ہیں کہ جہاں پر لَقَدْ آئے تو وہاں پر قسم کا معنیٰ سمجھ لیجئے۔ گویا اللہ تعالےٰ یہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا۔ وہ احسان کون سا ہے؟ تم میں میں نے ایک رسول بھیجا جو سب نبیوں کا سرتاج ہے اور خاتم النبیین ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

میرے بھائیو! بندے کا یہ کام ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرے، اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت کا ذکر کرے، اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت کی قدر کرے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ہ (الضحیٰ ۱۱) اللہ کی نعمتوں کو بیان کرتے رہو، اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہو، اللہ کی نعمتوں کی قدر کرتے رہو۔ تو میرے بزرگو! سب سے بڑی نعمت کون سی ہے؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت — اور ہم جیسے گنہگاروں کو، ہم جیسے سیہ کاروں کو، اللہ تعالےٰ نے یہ شرف بخشا کہ ہم بھی امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ دنیا کی ہر نعمت مل سکتی ہے، اس مادی دور میں وہ کون سی نعمت ہے جو نہیں مل سکتی؟ اگر نہیں مل سکتی تو وہ صرف کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ کی پیروی، امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی۔ اور جس قوم کو، جس فرد کو، جس بستی کو، جس ملک کو اللہ تعالیٰ یہ شرف بخش دے، وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا۔ الحمد للہ ہم سب کے سب مسلمان ہیں، اللہ ہمیں با اسلام رکھے، خاتمہ ہم سب کا ایمان پر فرمائے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم سب پر یہ بہت بڑا احسان فرمایا کہ ہم پیدائشی طور پر مسلمان ہیں۔ ہماری مائیں مسلمان، ہمارے باپ مسلمان، ہمارے دادے مسلمان، ہم میں سے کوئی ایک آدھ ہو گا جس کا کوئی دوسری پشت میں، کوئی تیسری پشت میں کوئی چوتھی پشت میں مسلمان ہوا ہو گا ورنہ ہم میں سے اکثر وہ ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ مسلمان چلے آتے ہیں۔ اس لئے میرے بزرگو! ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ نعمت اللہ تعالےٰ نے ہم کو نہایت ہی آسانی کے ساتھ، بلا کسی محنت کے، بلا کسی مشقت کے عطا فرما دی، اس لئے ہم نے کبھی اس پر غور ہی نہیں کیا، کبھی اس پر ہم نے تفکر ہی نہیں کیا اور کبھی ہم نے اس کا شکریہ ہی ادا نہیں کیا۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات دیکھ لیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کون سی قربانی نہیں دی امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل کرنے کے لئے؟ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہماری تاریخوں میں، ہماری حدیث کی کتابوں میں موجود ہے اور شاید کہ میں پہلے اپنے کسی درس میں عرض بھی کر چکا ہوں کہ وہ مجوسی لڑکا، جس کا باپ مجوسی، جس کی ماں مجوسی، جس کا سارا خاندان مجوسی، مدینہ منورہ سے کتنی دور، ایران کا رہنے والا، فارسی النسل، فارسی زبان والا اُسے عربی نہیں آتی۔ جس نے مکہ نہیں دیکھا، جس نے مدینہ نہیں دیکھا۔ جس کے باپ دادا آگ کو پوجنے والے ہیں، لیکن جب اس کو یہ پتہ چلا کہ آخری نبی، آخری نجات دہندہ، جس سے پہلے آنے والے سارے ختم ہو چکے ہیں، اس کا ظہور ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔ تو ہماری تاریخیں، ہماری حدیث کی کتابیں اس امر پر گواہ ہیں کہ سلمان فارسی بڑی تکلیفوں کے بعد، بڑی محنتوں کے بعد، بڑی مشقتوں کے بعد مدینے پہنچتے ہیں۔ میرے بزرگو! آپ اندازہ لگا لیں ہم اپنے گھر سے مسجد کو نماز کے لئے نہیں آ سکتے۔ اتنے ہم معذور بن جاتے ہیں، اتنے لاپرواہ بن جاتے ہیں، اور اس دور میں، آج سے چودہ سو سال پیچھے پلٹ کر دیکھئے، اس دور میں ایران کا ایک لڑکا، ایران سے کس طرح پہنچا وہ مدینہ منورہ کس چیز کے لئے پہنچا؟ صرف جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل کرنے کے لئے پہنچا۔

میرے بھائیو! حضورؐ کی قدر، اُس نعمت کا مقام، سلمانِ فارسی سے پوچھا جائے، کہ کس طرح انہوں نے تمام منازل کو طے کیا، مدینہ منورہ پہنچے، حضورؐ

پر ایمان لائے ، الحمدللہ! اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمت بلا مشقت اور بلا محنت کے عطا فرمادی اور ہماری عملی حالت واقعی کمزور ہے ۔ مگر ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوندِ قدوس نے ہم کو ایمان کی دولت سے نوازا اور ایمان اُس ذاتِ بابرکات پر جس پر ایمان لانے کے لیے انبیاء علیہم السلام تمنّا اور خواہش کیا کرتے تھے۔ حدیثوں میں آتا ہے ، امام الانبیا فرماتے ہیں لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لِمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ ۔۔۔ اگر موسیٰ بھی آج دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے بغیر اُن کو کوئی چارۂ کار نہ ہوتا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ، آپ پر ، ہم سب پر احسان فرمایا کہ ہمیں حضورؐ کی اُمّت بنایا ۔ اس اعتبار سے کہ ہم حضورؐ کی اُمّت ہیں اور یہ مہینہ بھی ربیع الاوّل شریف کا ہے ، اِسی مہینے میں امام الانبیاء کا جسدِ اطہر دنیا میں رُونما ہُوا۔ تو اُمّت کے ذمّے ایک خوشگوار اور احسن فرض ہے کہ وہ اس مہینے میں تو کم از کم امام الانبیاء کی سوانح حیات کو پڑھے ، سوانح حیات کو سُنے اور یہ کوشش کرے کہ میری زندگی اسی نہج پر چلے ۔ جس نہج پر چلانا چاہتے تھے جنابِ محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تو یہ حسنِ اتّفاق ہے کہ آج ہم جس پارے کو شروع کر رہے ہیں ، پندرھواں پارہ ، سورتِ بنی اسرائیل یا سورتِ اسراء ، اِس میں امام الانبیاء کی نبوّت کے دلائل کو بیان کیا جا رہا ہے ۔

میرے بھائیو اور بزرگو ! سورتِ النّحل کے آخر میں ارشادِ گرامی تھا اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (النحل ۱۲۵) اے میرے حبیبؐ ! ان دُنیا والوں کو اللہ کی طرف آپؐ بلائیں ، اللہ کی راہ کی طرف آپ بلائیں ، بالحکمۃِ والموعظۃِ الحسنۃِ ، حکمت کے ساتھ اور بہترین اندازِ نصیحت کے ساتھ ۔ حکمت کا معنیٰ کیا ہے ؟ کسی بات کو دینی قدروں کے ماتحت اِس طرح سمجھانا کہ آنے والے لوگ اُسی کو قبول کر سکیں اور سمجھنے والے اُس کو سمجھ سکیں ۔

سورتِ بنی اسرائیل یا سورتِ اسراء میں داعی کے مقام کو بیان کیا کہ داعی کا مقام کیا ہے ؟ جس ذاتِ بابرکات کو ہم حکم دیتے ہیں اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ ۔۔۔ وہ داعی اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا عظیم داعی ہے !! سب سے بڑے داعی اِلَی اللہ کون ہیں ؟ جناب محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ نبوّت کے لیے ، رسالت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہُوا کرتی ہے ۔ اثبات کے طور پر ، میں پہلے بھی شاید کسی درس میں عرض کر چکا ہوں ، اُس کو کہتے ہیں معجزہ ۔ معجزہ عربی زبان کا لفظ ہے ، عجز سے مشتق ہے ، جس کام کے کرنے سے دوسرے لوگ عاجز ہوں اُسے کہتے ہیں معجزہ ، قرآنِ مجید نے اس کو آیۃ کے لفظ کے ساتھ بھی تعبیر فرمایا۔ آیت کے معنی نشانی ، نبی کی نبوّت پر ، حسّی طور پر جو چیز دلیل بن جائے کہ ماننے والا اگر ماننا چاہے ، اس کو مان لینے کے لیے بہت بڑی دلیل پیش آ جائے ، اس کو کہتے ہیں اصطلاحِ شریعت میں معجزہ اور قرآن کریم کے الفاظ میں اسے کہا جاتا ہے ۔ آیہ یا آیتِ بیّنہ ۔ تو سب نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے معجزات دیئے ۔ جتنے نبی دُنیا میں تشریف لائے ، ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ دیا ، اور معجزے کے بغیر نبوّت کے جو اثبات ہیں خارجی طور پر ، لوگوں کے سامنے ، جو منکرین ہیں یہ آسان نہیں ہوتا ، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی علیہ السّلام کو معجزہ دیا۔

(باقی آئندہ)

سانحۂ ارتحال

یہ خبر حلقۂ احباب میں نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ شیخ عبد الحفیظ صاحب مالک سنٹرل لوز سٹور پلازا سکوئر کراچی کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد جناح ہسپتال کراچی میں انتقال کر گئیں ۔ مرحومہ نہایت نیک طینت پابندِ صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں اور اپنے تدبر کی وجہ سے اپنے حلقہ میں نہایت اچھا مقام رکھتی تھیں ۔ قارئین خدام الدین سے التماس ہے کہ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دُعا فرمائیں ۔ فقط

منظور سعید احمد

اجلاس

جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے چیف آرگنائزر محمد اسلوب قریشی نے صوبہ پنجاب اور صوبہ سرحد کی مجلس عاملہ کا سہ روزہ اجلاس ۲۴ ؍ دسمبر تا ۲۶ ؍ دسمبر لاہور میں طلب کیا ہے ۔ اس اجلاس میں صوبہ پنجاب اور صوبہ سرحد میں تنظیمی سرگرمیوں کی رپورٹ کے علاوہ آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا جائے گا ۔

تمام صوبائی عہدیداران کو بذریعہ خطوط اجلاس کی اطلاع دی جا چکی ہے ۔ اخبار کی اسی خبر کو دعوت نامہ تصور کرتے ہوئے تمام عہدیداران ۲۴ ؍ دسمبر کی صبح تک صدر دفتر لاہور پہنچ جائیں ۔

اللہ تعالیٰ ہے

MECCA: The Holy Mosque and the Holy Kaaba — مكة المكرمة - المسجد الحرام والكعبة المشرفة

محمد عارف
میڈیکل کالج ہوسٹل لاہور

•

عزیز بچو! اللہ تعالےٰ موجود ہے۔ اسی نے ہمیں، ہمارے آباؤ و اجداد کو، زمین و آسمان کو غرض ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی کی وجہ سے یہ ساری کائنات ہے۔ اگر اللہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ زمین و آسمان کی جتنی بھی چیزیں روشن نظر آ رہی ہیں سب اللہ ہی کی وجہ سے روشن ہیں۔

اللہ پاک موجود تو یقیناً ہے، لیکن اسے دنیا میں دیکھا نہیں جا سکتا۔ ہاں، دوسرے جہان میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ضرور نصیب ہو گی۔ مومن، اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اس قدر خوش ہوں گے کہ جنت کی بھی تمام نعمتیں اس دیدارِ الٰہی کے مقابلے میں کم محسوس کریں گے۔

اللہ تعالےٰ ہے۔ تمام یہودی، عیسائی، ہندو اور سکھ اللہ کے وجود کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسلام میں سب سے پہلا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ موجود ہے، وہ ہمیں نظر نہیں آتا لیکن ضرور موجود ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چیز موجود ہو اور نظر نہ آئے۔ مثلاً ہماری عقل ہمارے بدن میں موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتی۔ ہماری روح ہمارے جسم میں موجود ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ دنیا میں ایسا کوئی بھی شخص نہیں ہو گا جو عقل اور روح کا انکار کرتا ہو حالانکہ یہ دونوں چیزیں نظر نہیں آتیں۔

پیارے بچو! دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز جب ہم دیکھتے ہیں تو ہماری عقل فیصلہ کرتی ہے کہ اس چیز کا ضرور کوئی بنانے والا ہے۔ خود بخود کوئی چیز نہیں بنتی خواہ سوئی اور دھاگہ ہی کیوں نہ ہو۔ جو آدمی یہ کہے کہ یہ مکان، کارخانہ، شہر، ملک خود بخود بن گیا ہے وہ نادان ناسمجھ اور بے وقوف ہے۔ کیا یہ کروڑہا انسان، چوپائے، نباتات، جمادات، ستارے، چاند، سورج، زمین و آسمان، غرض پوری کائنات خود بخود موجود ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس جس پاک ذات نے اس تمام کائنات کو پیدا فرمایا ہے وہ اللہ ہے۔

تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، گواہی دی ہے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے۔ جو لوگ منکر ہیں وہ بھی کسی نہ کسی درجے میں آخر اقرار کرتے ہیں۔

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

قطب الاقطاب حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے دورانِ درس ایک دن فرمایا کہ میرے پاس ایک نوجوان کو لایا گیا جو خدا تعالےٰ کا منکر تھا، کہ اسے سمجھائیں۔ میں نے نوجوان کی طرف غور سے دیکھا اور کہا "بیٹے اللہ ہے؟" نوجوان فوراً اقرار کرنے لگا "جی ہاں! اللہ ہے، اللہ ہے"۔

پس اے عزیز بچو! پورا یقین کر لو کہ اللہ ہے۔ مرتے دم تک اسی پر قائم رہو۔ اسلام کا پہلا عقیدہ اور بنیاد یہی ہے کہ اللہ ہے۔

★

جناب عبدالحمید صاحب شوقؔ لاہور

پروردگار! آئے ہیں تیری جناب میں — دستِ دعا اٹھائے ہوئے اضطراب میں
ہم بیکسوں کا ایک سہارا تو ہی تو ہے — کوئی نہیں ہمارا، ہمارا تو ہی تو ہے
تیرے کرم سے قوم کے خدام بن سکیں — بندوں کے خیر خواہ، دل آرام بن سکیں
راہِ ہدیٰ پہ چلنے کی توفیق بخش دے — جذبِ علیؓ و آتشِ صدیقؓ بخش دے
علم و عمل میں آپ ہم اپنی نظیر ہوں — مردانِ حق شناس ہوں، روشن ضمیر ہوں
ناکامیوں سے دور رہے اپنی زندگی — دکھ درد، رنج و غم نہ سہے اپنی زندگی
بگڑیں نہ بھول کر بھی ضلالت کا راستہ — حاصل ہو زندگی میں ہدایت کا راستہ
یارب نہ کیجیو ہمیں اہلِ حسود سے — ہر اک ہو بہرہ یاب ہمارے وجود سے

ایمان بخش دے ہمیں عزت نصیب ہو
اے شوقؔ اتحاد کی دولت نصیب ہو

★